بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۙ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۙ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝

یَابَدِیعُ العَجَاءِبِ بِالخَیرِ یَابَدِیعُ

مرثیہ

سوزخواں

سید محمدعلی نقوی برادران

0333-2226383

www.facebook.com/soazkhwanee

www.facebook.com/soazkhuan

October 11, 2021

برائے ایصالِ ثواب

علامہ رشید ترابی، علامہ طالب جوہری، علامہ ضمیر اختر نقوی، میر انیس، مرزا دبیر، سوز خواں حسن عابد جعفری، سوز خواں عظیم الحسن، مولانا محمد عون نقوی، مولانا غلام حسنین رضوی، علامہ عرفان حیدر عابدی، محسن نقوی شہید، عظیم الحسن، حسن عابد جعفری، سید الطاف حسین نقوی ابن امیر حسین، امام النساء بنت رحمت علی، تیغ علی رضوی ابن سیف علی رضوی، سید ابرار حسین نقوی ابن سید الطاف حسین نقوی، کنیز فاطمہ بنت سید تیغ علی رضوی، سیدہ نثار فاطمہ بنت سید ابرار حسین نقوی، نقی مہدی رضوی ابن طاہر حسین رضوی، سید طاہر حسین رضوی ابن ظفر حسین رضوی، سید اشفاق حسین نقوی ابن ابرار حسین نقوی، برکت حسین رضوی ابن محمد رضا رضوی، آفتاب حیدر زیدی ابن زاہد حسین زیدی، تہور علی ابن تیغ علی، حیدر اشرف، صفدر اشرف، اصغر اشرف ابن تہور علی، اشرف النساء، قمر النساء، اعجاز حسین ابن اقبال حسین، اقبال حسین ابن الطاف حسین، اختر عباس رضوی، سید ضیغم عباس رضوی، سید علمدار حسین زیدی، عذرہ بنت شاکر حسین، کلثوم بانو بنت تیغ علی، شہر بانو بنتِ تیغ علی، قمر النساء بنت الطاف حسین، سید آل نبی کاظمی ابن سید شمشاد علی کاظمی، بہار فاطمہ بنت زوار حسین، سیدہ شمیم فاطمہ بنت سید آلِ نبی کاظمی، سید آل احمد کاظمی ابن سید آل نبی کاظمی، بنی بنت کامدار خان، زاہدہ بنت مومن علی، ہاشمی بنت شمشاد علی، سید بشارت حسین بلگرامی، سیدہ انیس فاطمہ، وزارت حسین بلگرامی، بنی فاطمہ، سید زوار حسین ابن ضمیر الحسن، ساجدہ بانو بنت محمد عسکری، صادق حسین ابن مرتضٰی حسین، زاہدہ بنت مومن علی، اختری بنت نثار حسین، بابو بھائی، سعید کاظمی، سید ابوالحسن بلگرامی، سیدہ شان فاطمہ، مسلم بلگرامی، ابن حسن کربلائی، سید انتظار حسین جعفری، حاجی مطلوب حسین، امداد حیدر نقوی، سیدہ خاتون، سیدہ نایاب بانو، سید انصار حسین نقوی، سبطِ حسن کاظمی، نفیس فاطمہ، تسنیم کوثر، سید حسن حیدر کاظمی، الحاج ناصر عباس بنگش، حبیب رضی جعفری، قیصر حسین زیدی، نذر فاطمہ، حکیم مسلم عباس، حسن عسکری، طلعت فاطمہ و کل مومنین و مومنات ، محبان اہلبیتؑ و شیعان حیدر کرار

تاریخ وار مرثیوں کی ترتیب

یکم محرم	آمدِ کربلا، مدینے سے روانگی
۲محرم	شہادت حضرت مسلم علیہ السلام و پسران
۳محرم	شہادت اصحابِ حسین علیہ السلام
۴محرم	شہادت حضرت عون و محمد علیہ السلام
۵محرم	شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام
۶محرم	شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام
۷محرم	شہادت حضرت قاسم ابن حسن علیہ السلام
۸محرم	شہادت حضرت عباس علمدار علیہ السلام
۹محرم	رخصت امام حسین علیہ السلام
۱۰محرم	شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

جب کوچ کی شب قبرِ نبیؐ پر گئے شبیرؑ
رخصت کو معِ آلِ پیمبرؐ گئے شبیرؑ
قندیل جو روشن کی تو غش کر گئے شبیرؑ
زینبؑ نے یہ جانا کہ بس اب مر گئے شبیرؑ
تھی غش میں ندا ہم اسی حسرت سے مرینگے
اب روشنی اس قبر پہ کاہے کو کرینگے

اے نانا کے روضے میرا گھر ہوتا ہے ویراں
اے قبرِ حسینؑ آج کی شب ہے تیرا مہماں
کل صبح میری آخری منزل کا ہے ساماں
کل رُوح میرے نانا کی ہووے گی پریشاں
اے قبر میں دُکھ پاؤنگا پردیس میں جاکر
تُو شق ہو تو نانا سے لپٹ جاؤں میں آکر

پھر ہاتھ اٹھا کر یہ سوئے قبلہ سنایا
اس قبر کے صاحب کی قسم تجھ کو خدایا
وہ صبر مجھے دے جو کسی نے نہ ہو پایا
نانا کہیں اس نے میری امت کو بچایا
وہ حلم عطا کر تو حسینؑ ابنِ علیؑ کو
سب مجھ کو ستائیں نہ ستاؤں میں کسی کو

شبیرؑ نے سر شکر کے سجدے میں جھکایا
اور پہلوئے مرقد میں مصلے کو بچھایا
سوئے جو عبادت میں تو نانا نظر آیا
تا ناف انہیں قبر سے نکلا ہوا پایا
دیکھا کہ گلے ملنے کے ارمان بڑے ہیں
پھیلائے ہوئے ہاتھوں کو مرقد میں کھڑے ہیں

روضے میں پیمبرؐ کے تو یہ حشر تھا برپا
باہر سے بھی رونے کی صدا کچھ ہوئی پیدا
سیدانیاں چلائیں کہ یہ نوحہ ہے کس کا
بانوؑ نے کہا کوئی نہیں ہو تو ہو صغراؑ
روتی ہے وہی صاف میرے دل کو خبر ہے
وہ تپ میں ہے اور اسکے مسیحا کا سفر ہے

شہؑ بولے یہاں کیوں وہ نہیں آتی ہے کیا ہے
فضہؑ نے کہا روضے کا در بند کیا ہے
بیٹھی ہوئی دروازے پہ مشغول بکا ہے
اور قبرِ پیمبرؐ کیطرف کو یہ صدا ہے
اے نانا اٹھو قبر سے امداد کی خاطر
سب ملنے کو آئے ہیں میں فریاد کی خاطر

یہ کہتی تھی صغراؑ کہ ہوئے صبح کے آثار
عباسؑ سے شہؑ بولے کہ اسواری ہے تیار
اونٹوں پہ قرینے سے چڑھے عترتِ اطہار
زینبؑ رہے محمل میں سکینہؑ سے خبردار
چھوٹوں کے نگہباں رہیں جوسِن میں بڑے ہیں
دروازے سے صغراؑ نے کہا ہم بھی کھڑے ہیں

غش ہوگئے صغراؑ کے بیاں پر شہِ ذیشاں
روضے میں ہوا شور قیامت سے دوچنداں
صغراؑ نے بھی در کھولدیا ہوکے پریشاں
بابا کی بلائیں لیں کہا روکے میں قرباں
صدمہ تمہیں ہوتا ہے میں اب کچھ نہ کہونگی
لو ہوش میں آؤ میں مدینے میں رہونگی

گھر سے جب بہرِ سفر سیدِ عالم نکلے
سر جھکائے ہوئے بادیدۂ پُر نم نکلے
خویش و فرزند کمر باندھ کے باہم نکلے
رو کے فرمایا کہ اس شہر سے اب ہم نکلے

رخ کیا شہ نے سوئے قبرِ شہنشاہِ انام
بہرِ تسلیم جھکے متصلِ بابِ سلام
اذن پاکر جو گئے قبر کے نزدیک امام
عرض کی آیا ہے آج آخری رخصت کو غلام

رات سے گریۂ زہراؑ کی صدا آتی ہے
دیکھیں قسمت ہمیں کس دشت میں لیجاتی ہے

یہ مکاں ہم سے اب اے شاہِ ذمن چھٹتا ہے
آج حضرت کے نواسے سے وطن چھٹتا ہے

چین سے سب ہیں گھروں میں ہمیں ملتا نہیں چین
سخت آفت میں پھنسا آپ کا یہ نورالعین
ٹکڑے دل ہوتا ہے جب رو کے حرم کرتے ہیں بین
ننھے بچوں کو بھلا لیکے کدھر جائے حسینؑ

یہ بیاں کرکے جو تعویز سے لپٹے سرورؑ
یوں لی قبر کہ تھرائی ضریحِ انور
آئی تربت سے یہ آوازِ حبیبِ داور
تیری غربت کے میں صدقے میرے مظلوم پسر

شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھیئے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے

کوئی سمجھا نہ میری گود کا پالا تجھ کو
ہائے اعدا نے مدینے سے نکالا تجھکو

کئی دن سے تیری مادر کو نہیں قبر میں چین
آئی تھی شب کو میرے پاس یہ کرتی ہوئی بین
گھر میرا لُٹتا ہے فریاد رسول الثقلینؐ
صبح کو اپنا وطن چھوڑ کے جاتا ہے حسینؑ
کہنے آئی ہوں کہ منہ قبر سے موڑونگی میں
اپنے بچے کو اکیلا تو نہ چھوڑونگی میں

سن کے یہ شہ نے کیا آخری رخصت کا سلام
نکلے روتے ہوئے اُس روضہء انور سے امام
شہؑ سے اسدم یہ کیا رورو کے زینبؑ نے کلام
قبر پہ ماں کی مجھے لیچلو یا شاہِ انام
لوگ ہمراہ ہیں محمل میں کیونکر رووَں
ماں کی تربت سے پھر ایک بار لپٹ کر رووَں

ماں کی تربت پہ گئے شاہ بچشمِ خونبار
اتری محمل سے بصد آہ و فغاں زینبؑ زار
دوڑ کر قبر سے لپٹے جو امامِ ابرار
ہاتھ زہراؑ کے لحد سے نکل آئے ایکبار
آئی آواز نہ رو دل کو قلق ہوتا ہے
قبر ہلتی ہے کلیجہ میرا شق ہوتا ہے

تھی عجب طرح کی اسوقت قیامت برپا
گردنِ شاہ میں تھے دستِ جنابِ زہراؑ
اور بصد درد یہی قبر سے آتی تھی صدا
اے میرے بیکس و مظلوم یہ ماں تجھ پہ فدا
تڑپے صدمے سے نہ کیوں روح ہماری بیٹا
چھوڑتے ہو میری تربت کو میں واری بیٹا

اب بلاؤ میرا عباسؑ دلاور ہے کدھر
آ کے عباسؑ نے سر رکھدیا پائینِ مزار

وہ فدا ہے میرے بچے پہ میں صدقے اسپر
آئی زہراؑ کی صدا میں تیری غربت کے نثار

شکلِ غیر سے ہے پر ہے وہ میرا ہی پسر
دھیان بھائی کی حفاظت کا رہے اے دلدار

یہ صدا سن کے برادر کو پکارے سرورؑ
اپنے پیاروں کے برابر میں تجھے کرتی ہوں پیار

ابھی رہوار کو آگے نہ بڑھاؤ بھائی
کوئی غربت میں اسے مار نہ ڈالے بیٹا

یاد فرماتی ہیں اماں ادھر آؤ بھائی
میرا شبیرؑ ہے اب تیرے حوالے بیٹا

یہ دن وہ ہیں کہ مدینہ نبیؐ کا ویراں ہے
غرض کہ قطع ہوئی جب منازلِ صحرا

سفر میں شاہ ہیں صغراؑ وطن میں گریاں ہے
وہاں ورود ہوا فاطمہؑ کے پیارے کا

غبار اڑتا ہے لُو چلتی ہے بیاباں ہے
کہ جس زمین پہ گھوڑا بھی ٹھہر کر نہ چلا

اجل کا ہاتھ ہے شبیرؑ کا گریباں ہے
رفیق رونے لگے سب یہ ماجرا ہے کیا

بتولؑ نکلی ہیں مرقد سے خاک اڑانے کو
فلک پہ فاطمہؑ کا شوروشین جا پہنچا

حسینؑ جاتے ہیں امت کے بخشوانے کو
پکاری موت لحد پر حسینؑ آ پہنچا

زمیں کا نام لگے پوچھنے امامِؑ انام
قریب آ کے زمینداروں نے کیا یہ کلام
اسے تو ماریہ کہتے ہیں سب خواص و عام
چلے ہیں آپ کہاں اور کیا ہے آپکا نام
حسینؑ بولے ہمیں بے دیار کہتے ہیں
جہاں چلا ہوں اسی کو مزار کہتے ہیں

جو اور نام ہو اسکا تو کچھ کرو مذکور
وہ ہاتھ باندھ کے بولے ہے کربلا مشہور
یہ نام سنتے ہی رونے لگے امامِ غیورؑ
پکاری پردۂ محمل سے زینبؑ رنجور
یہ کیا سبب ہے جو کرتے ہو تم فغاں بھائی
مزارِ مسلمؑ بیکس ہے کیا یہاں بھائی

کہا حسینؑ نے مسلمؑ کا یاں مزار کہاں
پڑا ہے کوفے میں بے گور جسم خستہ جاں
یہ وہ زمیں ہے کہ روئینگی راتوں کو اماں
اسی مقام سے آیا تھا نوحؑ کا طوفاں
نبیؐ کے پیاروں سے اس دشت کو بسائینگے
یہیں رہینگے مدینے کو اب نہ جائینگے

یہاں ہے مسلمِؑ بیکس کا ہی مزار اگر
بٹھاؤ اونٹ پڑھوں فاتحہ بھی میں روکر
خدا ہی جانے کہ پھر آئیں یا نہ آئیں اِدھر
وگر نہ یاس میں مرجائیگی یہ خستہ جگر
فلک نے قبر اخی کی ہمیں دکھائی ہے
یہاں محبتِ مسلمؑ ہی کھینچ لائی ہے

حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں
اک داغ پڑا اور بھی صغراؑ کے جگر میں
نانی سے کہا مرتی ہوں دوریء پدر میں
عاشور کی بھی عید نہ ہوگی میرے گھر میں

کیا جانتی تھی ایسے بچھڑ جائینگے بابا
وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ پھر آئینگے بابا

کیوں نانی رجب تھا کہ سدھارے تھے سفر کو
پورے چھ مہینے ہوئے دوریء پدر کو
حج کر کے پھرے اہلِ وطن خیر سے گھر کو
پر قبلہ و کعبہ گئے کعبے سے کدھر کو

زہراؑ کا قمر سوئے مدینہ نہیں آیا
اس چاند کی رویت کا مہینہ نہیں آیا

پیدا ہوئے اصغرؑ تو پیامِ سفر آیا
افسوس کہ جھولا بھی نہیں میں نے جھلایا
جی بھر کے بھی بھیا کو نہ سینے سے لگایا
بچھڑے تو کبھی خواب میں بھی منہ نہ دکھایا

داخل شہِ دیںؑ اب بھی نہ گھر میں ہوئے نانی
اصغرؑ چھ مہینے کے سفر میں ہوئے نانی

نانی نے دلاسہ دیا لے لے کے بلائیں
واری گئی جیتے رہیں وہ چاہیں جب آئیں
پرزہ کوئی لکھ بھیجیں تمہیں گر نہ بلائیں
لُو چلتی ہے ان روزوں میں تشریف نہ لائیں

اغلب ہے کہ اس دھوپ میں آرام لیا ہو
اللہ کرے خیمہ ترائی میں کیا ہو

گرمی سے کنویں خشک ہوئے جاتی ہیں جانی
پوچھے کوئی پردیسیوں سے تشنہ دہانی
وہ بولی میں ڈرتی ہوں یہ کہتے ہوئے نانی
جھیلوں کا کہیں راہ میں سوکھا نہ ہو پانی
فاقے کو جو پوچھو تو یہ ارشِ شہِ دیں ہے
بابا کو میرے پیاس کی برداشت نہیں ہے

بابا پہ کٹے خیر سے یارب یہ مہینہ
پر غرّہ سے ہر وقت پھٹا جاتا ہے سینہ
بابا سے میرے کوفیوں کے دل میں ہے کینہ
حضرت سے لڑائی کا کہیں ہو نہ قرینہ
کوفے کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نانی
سب کنبے کے رونے کی صدا آتی ہے نانی

یاں گھر میں پریشان تھی شبیرؑ کی پیاری
جو ایک زنِ ہاشمیہ آکے پکاری
تم قبرِ پیمبرؐ پہ نہیں چلتیں میں واری
ابنِ حنفیہ کو غش آیا کئی باری
قندیلیں گری ہیں کہیں عمامے پڑے ہیں
سب قبر کو گھیرے ہوئے سر ننگے کھڑے ہیں

صغراؑ نے کہا کیوں تو تڑپ کر یہ سنایا
طائر ابھی اک خون میں ڈوبا ہوا آیا
پر جھاڑے لہو قبرِ پیمبرؐ پہ گرایا
اور کھول کے منقار عجب شور مچایا
کیا جانئے کیا غم کی خبر اس نے کہی ہے
اب تک ترے نانا کی لحد کانپ رہی ہے

جب کوفیوں نے حضرتِ مسلمؑ سے دغا کی
جو وعدہ کیا ایک نے اُس پر نہ وفا کی
کی شرم خدا سے نہ محمدؐ سے حیا کی
مظلوم پہ بیکس پہ مسافر پہ جفا کی

جانے کی کہیں راہ نہ تھی بند تھے رستے
کوفی چلے آتے تھے کمر ظلم پہ کستے
گھیرے تھے سوارانِ ستمگار کے دستے
تھے نیچے پہ اور کوٹھوں سے پتھر تھے برستے

پانی نہ دمِ مرگ دیا تشنہ دھن کو
کس ظلم سے ٹکڑے کیا آوارہ وطن کو

جب وار نہ چل سکتا تھا اُس شیرِ ژیاں پر
انگارے لعیں پھینکتے تھے سوختہ جاں پر

نرغہ ہوا اُس شہؑ کے ہراول پہ یکا یک
تلوار سے کٹ کر گرے لب ہائے مبارک
پہلو پہ لگیں برچھیاں اور چھاتی پہ ناوک
دنداں بھی شکستہ ہوئے پتھر چلے یاں تک

جب غش میں گرا خاک پہ وہ بیکس و ناچار
اعدا نے کیا مسلمِ بیکس کو گرفتار
اُس زخمی کے بازو میں رسن باندھ کے اک بار
کوٹھے پہ جدا کرنے کو سر لے گئے کفار

آلودہ تھی سب ریشِ مبارک جو لہو سے
چھاتی پہ ٹپکتا تھا لہو بہہ کے منہ سے

سو ٹکڑے محمد ﷺ کا ہوا دل بھی جگر بھی
مارے گئے مسلمؑ بھی ہوئے قتل پسر بھی

بیٹوں نے تو پایا بھی کفن آبِ رواں کا
اور باپ کو کیسا کفن اور غسل کہاں کا
کوٹھے پہ تو سر کٹ گیا اُس شیرِ ژیاں کا
اور جائے کفن خوں نے تنِ پاک کو ڈھانپا
خندق میں بھی رہنے دیا نہ غار میں لاشہ
رسی سے پھرے کھینچتے بازار میں لاشہ

قاصد کوئی نامہ تھا جو مسلمؑ کا نہ لایا
تشویش میں تھا حیدرِ کرارؑ کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا
بھجواکے کسی کو اُسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِؑ دیں کو
نعلینِ مبارک پہ لگا ملنے جبیں کو

پھر تھام کے ہاتھ اُسکا اٹھے سیدِ والا
لیجا کے کنارے اُسے اسطرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے مجھے بتلا
وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہوں میں یا شاہ
شہؑ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے
مسلمؑ میرے بھائی کی بھی کچھ تجھکو خبر ہے

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ
مسلمؑ کا بھی سر کٹ گیا ھانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ
بازار میں کھینچے لئے پھرتے تھے سرِ راہ
دونوں سروں کی شام میں جانے کی خبر ہے
لاشوں کو سرِ دار چڑھانے کی خبر ہے

انساں کیلئے موت ہے غم بیوطنی کا
جانکاہ ہے اندوہ الم بیوطنی کا
صدمہ نہیں کچھ موت سے کم بیوطنی کا
آفت ہے قیامت ہے ستم بیوطنی کا

کی سخت دغا کوفیوں نے گھر میں بلا کے
سب پھر گئے جن لوگوں کے دعوے تھے وفا کے
لاکھوں ہیں عدو جائیں کدھر جان بچا کے
آفت میں گرفتار ہوئے کوفے میں آ کے

کانٹوں کے الم سیدِ سجادؑ سے پوچھو
ایزائے سفر مسلمِؑ ناشاد سے پوچھو

یاور نہیں ہمدم نہیں غمخوار نہیں ہے
نرغے میں ہیں اور کوئی مددگار نہیں ہے

ہیں سنگدل ایسے وہ جفا کار و ستمگر
کوٹھوں سے لگانے لگے مظلوم پہ پتھر
نورانی بدن ہوگیا مجروح سراسر
اور سامنے سے منہ پہ لگا ظلم کا خنجر

پھینکا اسے جب خاک پہ بادیدہء گریاں
اِک جام ضعیفہ نے دیا پھر اُنہیں اُس آں
پینے بھی نہ پایا تھا کوئی گھونٹ وہ زیشاں
پانی میں جدا ہوکے گرے گوہرِ دنداں

کیوں گر نہ پڑا ہائے فلک پھٹ کے زمیں پر
فرمایا یہ ثابت ہو پیاسے ہی مرینگے

دشمن تو کئی سو تھے یہ بے یارومددگار   القصہ لب بام جو لایا انہیں سفاک
برچھی کبھی پڑتی تھی کبھی پڑتی تھی تلوار   تر ہوگیا آنسوؤں سے مسلمؑ کا رخِ پاک
اندوہ پہ اندوہ تھے آزار پہ آزار   فریاد سوئے کعبہ یہ کی بادلِ غمناک
کس یاس سے اک اک کا منہ تکتے تھے ہربار   رُوحی بافداک اے پسرِ سیدِ لولاک

بازو کو ستمگار جو باندھے تھے رسن سے   کرتا ہے سفر خلد سے غمخوار تمہارا
فوارۂ خوں چھٹتا تھا ہر زخمِ بدن سے   موقوف ہے اب حشر پہ دیدار تمہارا

فرماکے یہ گردن طرفِ قبلہ جھکائی   زہراؑ نے کئی بار تڑپ کر یہ پکارا
شمشیر جفا کار نے چمکا کے اٹھائی   کیا دل تھا کہ مطلق نہ ڈرا وہ ستم آرا
آواز یہ مخدومہء کونین کی آئی   ظالم نے کئی ضرب میں سرتن سے اتارا
مرتا ہے ہراول میرے بچے کا دھائی   پھٹتا ہے جگر اب نہیں گویائی کا یارا

اِس ظلم سے باز آ جو خدا کا تجھے ڈر ہے   لکھا ہے چلا لیکے جو قاتل سرِ مسلمؑ

پردیس میں مسلمؑ کے یتیموں پہ جفا ہے
دریا پہ بچے قتلِ عدو لیکے چلا ہے
چھوٹا تو بڑے بھائی کا منہ دیکھ رہا ہے
زور اسکو مدد کا نہیں مشغولِ بکا ہے

چھوٹے کو بڑا بھائی ہے بڑھ بڑھ کے بچاتا
ہر بار ہے مصحف کی طرح بیچ میں آتا
رو دیتا ہے کچھ کہنے کا موقع نہیں پاتا
بے ساختہ اک بات زباں پر ہے یہ لاتا

بے رحم کے قابو میں ہیں دو نازوں کے پالے
ہر سو نگراں ہیں کہ کوئی آ کے بچا لے

سن حال غریبوں کا خدا کیلئے دم لے
اب ہم تیرے گھر میں کبھی آئیں تو قسم لے

تُو کور ہے ظالم نظر آئے تجھے کیونکر
لے دیکھ نبیؐ روتے ہیں دریا پہ کھلے سر
یہ سن کے اٹھا حارثِ ملعون و ستمگر
ظالم نے کہا مجھ کو نہیں خوفِ پیمبرؐ

سر پاس رکھا لاش کو دریا میں بہایا
بھائی کے گلے کا جو لہو خاک پہ پایا
الفت سے برادر کو لہو جوش میں آیا
تب جوڑ کے ہاتھ اپنے یہ قاتل کو سنایا

اک تیغ تلے دونوں برادر کو بٹھا کر
سر کاٹا بڑے بھائی کا چھوٹے کو دکھا کر

پوچھوں یہ لہو کرتے سے تلوار جھکا دے
لوٹوں بڑے بھائی کے لہو میں جو رضا دے

وہ بولا کہ ہو شوق سے غلطاں مجھے کیا ڈر
بھائی کے لہو میں وہ لگا لوٹنے گر کر
کہتا تھا بڑے بھائی کہاں ڈھونڈے برادر
تم تو ابھی بیٹھے ہوئے تھے میرے برابر

ناگاہ غضب و طیش سے حارث یہ پکارا
بس لوٹ چکے اٹھو کہ سر کاٹوں تمہارا
اٹھ بیٹھا کہا جلد گلا کاٹ ہمارا
سر کاٹ کے دریا میں جو تن ڈالا قضارا

کس نے ہی نصیب ایسے الٹتے ہوئے دیکھا
بھائی نے گلا بھائی کا کٹتے ہوئے دیکھا

مردے نے کہا پورے ہوئے دل کے ارادے
اے بحر مجھے بھائی کے لاشے سے ملا دے

وہ لاشہ بھی تھا منتظرِ لاشِ برادر
نہ غرق ہوا تھا نہ بہا تھا تنِ بے سر
اللہ کی قدرت سے وہ تھا پانی کے اوپر
اور ہائے اخی کہتا تھا ہر بار تڑپ کر

سینے پہ رکھا سینہ جگر رکھا جگر پر
دو ہاتھ مدینے کی طرف اٹھے برابر
حق سے یہ دعا کی کہ بچے اکبرؑ و اصغرؑ
شبیرؑ کی اب خیر ہو ہم تو ہوئے بے سر

بہہ کر جو کنارے سے یہ خونیں کفن آیا

مادر کو بھلا دیجیو اب یاد ہماری

جب قتل ہوا ایلچیء سید والا

بچوں پہ عجب حادثہ تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ یتیموں کا رہا پوچھنے والا
تھے ننھے سے سینوں میں کلیجے تہہ و بالا
گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گردِ یتیمی سے اٹے تھے

اک پیر زن اتنے میں نظر آ گئی ناگاہ
داماد کے آنے کی کھڑی دیکھتی تھی راہ
یوں کہنے لگے اس سے بصد عجز وہ ذیجاہ
اک دوپہر اس گھر میں اماں دو ہمیں للہ
معصوم ہیں ہم بے وطن و زار و حزیں ہیں
مظلوم ہیں سید ہیں گنہگار نہیں ہیں

کھانا بھی نہ کھایا نہ پیا دونوں نے پانی
اور سوئے بہم مسلمِ مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی موت کی گویا تھی نشانی
دروازے پہ آ پہنچا اُدھر ظلم کا بانی
چلایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کوسوں کا تھکا آیا ہوں در کھول دے آ کر

تاریک مثالِ دلِ کافر تھا وہ سب گھر
ہر سو صفتِ گرگ لگا ڈھونڈنے اٹھ کر
ظالم نے سرہانے سے لیا ہاتھ میں خنجر
پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر
واں مسلمِ مظلوم کے پیارے نظر آئے
اک برج میں دو عرش کے تارے نظر آئے

بچوں کو لئے نہر پہ پہنچا جو وہ بے پیر
اور دیکھی یتیموں نے چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گئے ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے تقریر
کر رحم کے معصوم ہیں ہم بیکس و دلگیر
مظلوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم میرے دل میں نہیں ہے

نامرد نے حملہ کیا تلوار اٹھا کر
سر رکھ دیا چھوٹے نے وہیں جلد بڑھا کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کو بڑا بھائی ہٹا کر
جا بیٹھا تہہِ تیغِ دودم سر کو جھکا کر
تلوار چمکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر
بالائے زمیں کٹ کے ستارہ سا گرا سر
دریا میں ستمگار نے پھینکا تنِ اطہر
چلاکے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں

آیا جو شقی تیغ علم کرکے دوبارا
چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا
جلاد نے تن پر سے سر اس کا بھی اتارا
دھبا بھی نہ خوں کا لگا شمشیرِ عدو میں

کی حرؑ سے درگزر جو امامؑ غریب نے
بخشی خطا خدا نے خدا کے حبیبؐ نے
بڑھ کر گلے میں ڈالدیں باہیں حبیب نے
بچھڑے ہوؤں کو خوب ملایا نصیب نے

فرزند نوجواں سے تو اکبرؑ لپٹ گئے
عباسؑ اُسکے بھائی سے بڑھ کر لپٹ گئے

سبطِ نبیؐ نے ہاتھ بڑھائے سُوئے غلام
قدموں پہ آنکھیں ملنے لگا وہ فلک مقام
یہ حال تھا ادھر کہ اٹھا پردہء خیام
فضہ ہوئیں حرم سے برآمد بااہتمام

کی عرض پاس آ کے امامِ انامؑ سے
حرؑ کی طلب ہے خیمہء عرش احتشام سے

مولا سے اذن لیکے جو آیا قریبِ در
زینبؑ حجاب میں تھیں اُدھر لونڈیاں اِدھر
خم ہوگیا سلام کو ڈیوڑھی کو چوم کر
فضہ نے عرض کی کہ وفادار نامور

یہ برکتیں ہیں نصرتِ آلِ رسولؐ کی
تجھ کو دعائیں دیتی ہیں بیٹی بتولؑ کی

فرماتی ہیں کہ یہ تیرا احساں نہیں ہے کم
کھائی ہے تونے نصرتِ شبیرؑ کی قسم
غربت میں غمزدوں کا ہوا تو شریکِ غم
مجبوریوں سے اپنی پریشان ہیں حرم

دشتِ بلا میں وہ سروساماں نہیں رہے
ہم قابلِ ضیافتِ مہماں نہیں رہے

رونے لگا یہ سن کے وہ شیدائے پنجتن
بولا با اشک و آہ کہ مخدومہء زمن
اپنوں سے اور ذکرِ ضیافت دمِ محن
مجھکو خجل نہ کیجیے فرماکے یہ سخن

فضہ سے بولی سن کے یہ مخدومہء انام
کہدے میری طرف سے کہ اے حرِ نیکنام
تو محسنِ بتولؑ ہے اے عاشقِ امامؑ
زینبؑ کے دل سے پوچھ کوئی تیرا احترام

سینے سے دل ہے سیر فدائے امامؑ ہوں
مہمان غیر ہوتے ہیں میں تو غلام ہوں

اہلِ وفا ہیں ثانیء الیاس کی طرح
تو بھی ہمارا بھائی ہے عباسؑ کی طرح

روحِ نبیؐ گواہ ہے شاہد ہے کبریا
اپنوں میں کر چکے تجھے شاملِ شہِ ہدا
بولا یہ سب ہے فیضِ درِ آلِ مصطفیٰ
توبہ ہوئی قبول ملے شاہِ کربلا

حیرت سے بولی خواہرِ سلطانِ دو جہاں
فضہؑ یہ پوچھ تو تجھے اماں ملی کہاں
کی عرض صبح خواب میں تھا میں کہ نا گہاں
زہراؑ نظر پڑی مجھے کوفے کے درمیاں

تنہا کیا معاف نہ سبطِ رسولؐ نے
پوچھا وہاں بتولؑ کو کس کی تلاش تھی
خود بخشش دی تمام خطا کو بتولؑ نے
رو کر کہا کہ گود میں مسلمؑ کی لاش تھی

جب حضرتِ زینبؑ کے پسر مرگئے دونوں

تھا شور کہ پیاسے لبِ کوثر گئے دونوں
چھوٹے تھے مگر نام بڑا کرگئے دونوں
دربارِ محمدؐ میں برابر گئے دونوں

دو بیٹوں کے مرنے کی یکایک خبر آئی
نہ روئی نہ ماتم کیا نہ خاک اڑائی
منہ سے نہ کہا یہ کہ لٹی کس کی کمائی
پوچھا تو یہ پوچھا کہ سلامت تو ہیں بھائی

زہراؑ کیطرح عاشقِ اولاد تھی زینبؑ
بیٹوں کا تو ماتم تھا مگر شاد تھی زینبؑ

سمجھی نہ کہ دنیا سے یہ پیارے گئے کس کے
یہ بھی نہ کہا لاڈلے مارے گئے کس کے

پرسے کے لئے آئیں جو سب بیبیاں باہم
فرمایا بھرے گھر میں مناسب نہیں ماتم
ہے ہے نہ کرو صاحبو کچھ مجھ کو نہیں غم
مانگو یہ دعا خلق میں بھائی کا رہے دم

کچھ قاسمؑ و اکبرؑ سے سوا انکا نہ تھا پیار
کیوں رووں سلامت رہیں دونوں میرے دلدار
سو ایسے پسر ہوں تو نثارِ شہِ ابرارؑ
میں شاد ہوں رحم اُن پہ کرے ایزدِ غفار

کونین میں رتبے میرے پیاروں کے بڑے ہیں
میں جانتی ہوں آج وہ پروان چڑھے ہیں

جب تک نہ وہ مارے گئے تھے مجھ کو قلق تھا
حق بھائی کا مجھ پر تھا تو اُن پر میرا حق تھا

تھی مجھ کو بڑی فکر کہ کیا ہوگا الٰہی
پر دونوں نے جو بات کہی تھی وہ نبھائی
مرتے نہ پسر آج تو تھی ماں پہ تباہی
میں کہتی تھی جو ہوتا تھا میدان کو راہی

سر دینے کو رن میں نہ شہِ جن و بشر جائیں
میں نے تو دعا کی تھی کہ پہلے یہی مر جائیں

زینبؑ کے جب زمیں پہ رشکِ قمر گرے
دونوں شہید ایک جگہ خوں میں تر گرے
بسمل سے خاک پر ادھر اٹھے اُدھر گرے
غل پڑ گیا کہ بنتِ علیؑ کے پسر گرے

بچوں کے ہوش عالمِ غش میں بجا نہ تھے
پر ننھے ننھے ہاتھوں سے قبضے جدا نہ تھے

کہتے ہیں بڑا نام کیا خوب وغا کی
ہر ضرب پہ خود قبلۂ عالم نے ثنا کی
سنتی ہوں الٹ دی تھیں صفیں اہل جفا کی
میں ایسی نہ تھی کچھ یہ عنایت ہے خدا کی

ہاں صاحبِ ہمت تھے وفا کر گئے دونوں
حق دودھ پلانے کا ادا کر گئے دونوں

حضرت سے عرض کی علیؑ اکبرؑ نے دوڑ کر
مارے گئے حضور پھپھی جان کے پسر
رنگ اڑ گیا حسینؑ کا سنتے ہی یہ خبر
فرمایا ہائے لٹ گیا بیکس بہن کا گھر

ہم رہ گئے بڑھاپے میں آنسو بہانے کو
عباسؑ آ گئے بچوں کے لاشے اٹھانے کو

یہ کہکے ننگے پاؤں چلے شاہِ ذی وقار
گونجا جو شیر خوف سے پسپا ہوئے لعیں
نیزہ اٹھا اٹھا کے لگے روکنے سوار
ریتی پہ لوٹتے نظر آئے وہ مہہ جبیں
اکبرؑ نے تیغ میان سے لی بہرِ کارزار
لاشوں کے گرد پھر کے پکارے امامِ دیں
بڑھ کر پکارے حضرتِ عباسؑ نامدار
اے بھانجو ہم آئے ہیں تم کو خبر نہیں

شیروں کے منہ پہ آتے ہو کیا بے شعور ہو
جھک جاؤ ہاتھ باندھ کے تسلیم کیلئے
بس خیر ہے اسی میں کہ ہٹ جاؤ دور ہو
شیرو اٹھو حسینؑ کی تعظیم کیلئے

بازو ہلا کے عونؑ کا اکبرؑ نے دی صدا
دونوں نے ہاتھ چھاتی پہ رکھے کہ یاں ہے دم
بھیا پکارتے ہیں شہنشاہِ کربلا
رخصت ہے ماموں جان چلے اب جہاں سے ہم
چھوٹے کو لیکے گود میں عباسؑ نے کہا
روتی ہیں نانی جان سرہانے با دردوغم
بیٹا حسینؑ روتے ہیں چونکو تو اک ذرا
دادا گلے لگاتے ہیں شفقت سے دمبدم

کیوں تیوریاں بدلتے ہو منہ موڑ موڑ کے
کیا عزتیں حضور کے صدقے سے پائی ہیں
باتیں کرو حضور سے ہاتھوں کو جوڑ کے
نانی ہمیں بہشت سے لینے کو آئی ہیں

فرمایا شہؑ نے ماں کو بھی دیتے ہو کچھ پیام
روکر کہا کہ داغِ دل اور تحفہء سلام
پوچھیں جو ہم کو والدہ اے آسماں مقام
کہہ دیجیے گا مرگئے وہ باوفا غلام
بیٹی سخی کی آپ ہیں امداد کیجیے
روحوں کو دودھ بخش کے دل شاد کیجیے

باتیں یہ کر کے رکھ دیئے شہؑ کے قدم پہ سر
جھک کر لگے پکارنے سلطانِ بحرو بر
ماموں تمہارے صدقے ہو منہ تو کرو اِدھر
کیا جانکنی میں بولتے وہ غیرتِ قمر
آنکھیں پھرا دی ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر
دونوں تمام ہوگئے دم توڑ توڑ کر

سفر سے جبکہ نہ شبیر کی خبر آئی
یہ کہکے انکا قلمدان وہ اٹھا لائی
امیدوبیم میں صغراؑ چچا کے گھر آئی
اور التماس کیا اے حسینؑ کے بھائی
محمدِ حنفی نے کہا کدھر آئی
مجھے تو ہے نہ توانائی اور نہ بینائی
پکاری وہ کہ نہ ابتک امید برآئی
بھتیجی آپکو تکلیف دینے ہے آئی

چچا بتاؤ تو کسطرح دل کو چین آئے
میری طرف سے رقم اک عرض داشت کرو
نہ بھائی آیا نہ خط آیا نہ حسینؑ آئے
مگر کوئی نہ دقیقہ فرو گزاشت کرو

اٹھا کے کاغذوخاماں کیا چچا نے مقال
غریب پرورِ عالم نواز خلق و پناہ
میں لکھتا جاؤں تو بتلاتی جا حقیقت حال
ملک سپاہِ فلک بارگاہِ شہنشاہ
وہ روکے بولی بہت خوب اے علیؑ کے لال
امام بیکس و مظلوم و بے دیار پناہ
یہی میں چاہتی تھی تم جیو صدوسی سال
انیسِ کعبہ ء دیں یوسفِ رسول اللہ

میری طرف سے وہ القاب لکھو بابا کو
اجل رسیدوں کے عیسیٰ غریبوں کے والی

بنی ہے جان پہ صغراؑ کے اب دوا کیسی　　رجب کی تیسری کو تم نے گھر کیا ویراں
گلے میں پانی اٹکنے لگا غذا کیسی　　تمہارے بعد ہوئیں تین عیدیں بابا جاں
مسیحا دور قضا پاس پھر شفا کیسی　　شبِ براء ت ہوئی دوسرے مہینے عیاں
فلک نے ڈالی میرے سر پہ یہ بلا کیسی　　بروحِ حمزہؑ نہ تھی فاتحہ کی تاب و تواں

نہ صبر و ہوش نہ تابِ فراق باقی ہے　　تمام دن جو تڑپتے تڑپتے رات ہوئی
فقط جناب کا اک اشتیاق باقی ہے　　ہمارے گھر میں نہ عیدِ شبِ برات ہوئی

یہ عید یوں گئی دن عیدِ فطر کا آیا　　وہ خوش ہو عید کو کیا جو فلک کا مارا ہو
گھر آن کر مجھے ہمجولیوں نے رلوایا　　قسم لو بابا جو کرتا پھٹا اتارا ہو
کسی نے گہنا کسی نے لباس دکھلایا　　یہاں ورود وطن میں اگر تمہارا ہو
کوئی یہ بولی کی عیدی میں ہم نے یہ پایا　　دوبارہ عید ہو نوروز بھی دوبارہ ہو

ہر اک خوش تھا مگر لب پہ میرے نالے تھے　　ہماری عید تو کنبے کی دید ہے بابا

اکبرؑ نے کچھ بہار نہ دیکھی شباب کی
تکلیف تین روز سہی قحطِ آب کی
شدت وہ پیاس کی وہ تپش آفتاب کی
اور بیکسی وہ سبطِ رسالتمآب کی
سینہ چھدے پسر کا تو کیا دل کو کل پڑے
ایوبؑ دیکھ لے تو کلیجہ نکل پڑے

یہ ذکر تھا کہ آگیا زمیں وہ خستہ جاں
اکبرؑ کو بولے دیکھ کے اُس فوج کے جواں
کس خانماں کا آہ مٹاتا ہے یہ نشاں
کس باغ کی بہار کو کرتا ہے یہ خزاں
کس ماں کو اپنے سوگ میں اِس نے بٹھایا ہے
کس باپ کے جگر پہ چھری کو پھرایا ہے

ناگاہ فوجِ کیں سے عمر نے کیا کلام
یہ وقتِ کارزار ہے اے ساکنانِ شام
بس ہے یہی بساطِ شہنشاہِ خاص وعام
مارا گیا یہ شیر تو مرجائینگے امامؑ
لُوٹو جنابِ فاطمہؑ زہراؑ کے باغ کو
ٹھنڈا کرو حسینؑ کے گھر کے چراغ کو

ہاں غازیو نہ اسکی جوانی کا غم کرو
نیزے پہ نیزے مارو ستم پر ستم کرو
برچھی اٹھاؤ ہاتھ میں تیغیں علم کرو
نخلِ مرادِ سبطِ نبیؐ کو قلم کرو
بیٹا نہ جب رہا تو کدھر جائینگے حسینؑ
گھوڑے سے گر پڑیگا تو مر جائینگے حسینؑ

سنتے ہی حکم دوڑ پڑی فوج بے ستم
تلوار اک لگی کہ ہوئیں پسلیاں قلم
یوں جھک گئے کہ ہوتے ہیں سجدے میں جیسے ہم
رکھدی گلے پہ شیث نے شمشیر ایکدم

دوڑے صدا یہ سنتے ہی بس شاہِ بحرو برؑ
سر پیٹنے کی جا ہے کہ ہنستے تھے اہلِ شر
کہتا تھا شمر اے پسرِ سیدالبشرؐ
کس کو حضور ڈھونڈتے ہیں مرگیا پسر

غل تھا کرو نہ رحم تنِ پاش پاش پر
دوڑادو گھوڑے اکبرِ مہرو کی لاش پر

برچھی ہماری سینہء اکبرؑ پہ چل گئی
دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

پھر گرتے پڑتے لاشہء عباسؑ پر گئے
اور بولے کچھ سنا علیؑ اکبرؑ تو مرگئے
ہم ڈھونڈنے کو چارطرف ننگے سر گئے
معلوم ہے تمھیں علی اکبرؑ کدھر گئے

ناگاہ آئی حضرتِ زہراؑ کی یہ صدا
ہے ہے حسینؑ تیرے تڑپنے کے میں فدا
دم توڑتا ہے گود میں میری یہ مہہ لقا
مرتا ہے کوئی آن میں اے میرے دلربا

لایا ہوں التجا یہ برادر کی لاش پر
عباسؑ لے چلو ہمیں اکبرؑ کی لاش پر

دیکھے یہ تم کو تم اسے ایکبار دیکھ لو
آؤ پسر کا آخری دیدار دیکھ لو

جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہوا
روشن قمر سپہرِ بریں سے جدا ہوا
نورِ نظر امامِ مبیں سے جدا ہوا
لختِ جگر حسینِ حسیں سے جدا ہوا

برچھی سے ٹکڑے ہوگیا لختِ جگر کا دل
خود باپ نے چھدا ہوا دیکھا پدر کا دل
ہوتا ہے آب گینے سے نازک بشر کا دل
پتھر کا دل نہیں ہے یہ دل ہے پدر کا دل

دل داغ ہوگیا دل و جانِ بتول کا
گھر بے چراغ ہوگیا سبطِ رسول کا

ایوب بھی اگر ہوں تو دم بھر نہ کل پڑے
آنسو تھمیں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

پیری میں آفتِ غمِ اولاد الاماں
دل اور زخمِ خنجرِ فولاد الاماں
وہ اضطرابِ خاطرِ ناشاد الاماں
وہ اشکِ سوز اور وہ فریاد الاماں

بچھڑا وہ لال جس کا گوارہ نہ تھا فراق
فرماتے تھے کہ لُوٹ لیا تُو نے اے عراق
اے موت جلد آ کہ اب زندگی ہے شاق
خنجر کی آرزو ہے شہادت کا اشتیاق

بیٹا نہ ہو تو زیست کا پھر کیا مزا رہا
جب گھر اجڑ گیا تو زمانے میں کیا رہا

برباد اس طرح کوئی آباد گھر نہ ہو
کیا زندگی کا لطف جب اپنا پسر نہ ہو

سب چاہیں جسکی زیست وہ شیرِ ژیاں مرے
افسوس نیم جاں جئے جانِ جہاں مرے
پیدا تو کس جگہ ہوئے آ کر کہاں مرے
قدرت خدا کی پیر جئے نوجواں مرے
اس عمر میں جہاں سے گزرنیکے دن نہ تھے
کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے
لائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں شہِ تشنہ کام کے
سر دوش پر تھا زینبِ عالیمقام کے
فرماتے تھے بہن علی اکبر گزر گئے
ہم ایسے سخت جاں تھے کہ ابتک نہ مر گئے

پرسا تمہیں شہید کا دینے کو آئے ہیں
کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں
پیٹے ہیں خاک اڑائی ہے آنسو بہائے ہیں
یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہائے ہیں
سر تھا حسینِ بیکس و تنہا کی گود میں

سر بارِ دوش ہے ہمیں رخصت کرو بہن
لو اب قریبِ خیمۂ عصمت ہیں تیغ زن
مردے پڑے ہوئے ہیں شہیدوں کے بے کفن
پامال ہو نہ لاشۂ فرزندِ صف شکن
محجوب ہم ہیں قاسمِ بے پر کی روح سے

یہ سن کے بیبیوں کے جگر پر چھری چلی
زینبؑ زمیں پہ گر کے پکاری کہ یا علیؑ
سّرِ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی
جاتا ہے سرکشوں میں یہ کونین کا ولی

یا مصطفیؐ بلا میں پھنسا ہے تمہارا لال
یا شیرِ ذوالجلال دکھاؤ انہیں جلال
یا فاطمہؑ میں لٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال
یارب الٹ دے آج یہ سب عرصہءِ قتال

بیکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا
بابا یہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا

پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے جدا رہوں
بھائی کو اپنے لیکے میں جنگل میں جارہوں

فرمایا شہ نے صبر بہن چاہیۓ تمہیں
خالق کی یاد سروعلن چاہیۓ تمہیں
لب پر رضا رضا کا سخن چاہیۓ تمہیں
جو ماں کا تھا چلن وہ چلن چاہیۓ تمہیں

نوکِ سناں جو سینے میں پیوست ہوگئی
یعنی جواں کے سینے سے نکلا دلِ نبیؐ
جھک کے فرسِ زیں سے صدا شاہِ دیں کو دی
بابا قریب ہے کہ بجھے شمعِ زندگی

اب آخری بہن یہ سواری ہماری ہے
بعد اُن بزرگواروں کے باری ہماری ہے

قرباں کر رہا ہوں جوانی کے باغ کو
طوفاں میں دیکھ لیجیۓ اپنے چراغ کو

۱

وہ شمع گُل ہوئی جس سے کہ نام روشن تھا
نبیؐ کی آل کا گھر صبح و شام روشن تھا
دل حسین علیہ السّلام روشن تھا
مدینہ کیا کہ زمانہ تمام روشن تھا
غضب ہے بانوؑ کے دل کو جگر کا داغ ہوا
پکارتی تھی کہ ٹھنڈا میرا چراغ ہوا

۲

کسی کی بن کے نہ ایک بار یوں بگڑ جائے
بسی بسائی نہ بستی کوئی اُجڑ جائے
غضب ہے شیرِ جواں بانوؑ سے بچھڑ جائے
کسی کی کوکھ پہ آفت نہ ایسی پڑ جائے
قضا نے میرے کلیجے میں ہاتھ ڈالا ہے
جگر کو کاٹ کے لختِ جگر نکالا ہے

پکارا شمر کہ کوئی نہیں بتانے کا
بڑا ثواب ہے سادات کے رلانے کا
نہ زندہ چھوڑیں گے بچّہ بھی اس گھرانے کا
ارادہ ہے علی اصغرؑ کے خوں بہانے کا
جو تیر پار گلے سے ہو ہم تو عید کریں
تمھاری گود میں ششماہہ کو شہید کریں

یہ سن کے شاہ چلے اس طرف باحالِ تباہ
عقاب لاش لیے آیا روبرو ناگاہ
حسینؑ بیٹے سے لپٹے تو بولا وہ ذیجاہ
غلام صدقے ہو خیمے میں لے چلو یا شاہ
پھوپھی کو دیکھ لیں قدموں پہ سر کو نہوڑا لیں
جنابِ والدہ صاحب سے دودھ بخشا لیں
ے

حسینؑ بولے چلو میری جان بسم اللہ
پھوپھی بھی بہنیں بھی ماں بھی تڑپتی ہے سرِ راہ
درِ خیام پہ لاشہ لیے جو پہونچے شاہ
پکاری بانوؑ کے رستہ دو صاحبو للہ
بتولؑ بال کھلے ساتھ ساتھ آئی ہے
علیؑ کے پوتے کی رن سے برات آئی ہے

سنبھالا بیبیوں نے لاشۂ علی اکبرؑ
کسی نے ہاتھ کسی نے قدم کسی نے سر
لٹایا مسندِ خیرالانام پہ لا کر
یہ حاک دیکھ کے پہلو میں گری پڑی مادر
نہ غیرت پسرِ مہ لقا کا جوش رہا
نہ سر کا ہوش رہا نہ بدن کا ہوش رہا

سوز

جب چمن خاک میں اکبرؑ کی جوانی کا ملا
پانی پانی کہا اور قطرہ نہ پانی کا ملا
داغ سیدانیوں کو احمدؐ ثانی کا ملا
رن میں شہ کو نہ پتہ بانوؑ کے جانی کا ملا
رو رو کہتے تھے نہ طاقت ہے نہ بینائی ہے
بیٹا مارا گیا اور عالمِ تنہائی ہے

اے رونے والو مقتلِ شبیرؑ دیکھ لو
درد و غم و ملال کی تصویر دیکھ لو
شہہؑ کھودتے ہیں تربتِ بے شیر دیکھ لو
صبر و رضائے سرورِؑ دلگیر دیکھ لو

میت لئے ہیں ہاتھوں پہ شاہِ فلک اساس
جز رنج و غم کوئی نہیں حضرت کے آس پاس
بیتاب وقتِ دفن ہیں شبیرؑ حق شناس
مقتل کی سمت دیکھ کے بولے با درد و یاس

راہِ رضا میں دل پہ یونہی جبر کرتے ہیں
خود صبر کہہ رہا ہے یونہی صبر کرتے ہیں

عباسؑ اب سنبھالو دلِ پاش پاش کو
آؤ اتارو قبر میں اصغرؑ کی لاش کو

عباسؑ آخری یہ مصیبت بھی دیکھ لو
کھودی ہے قبر بیٹے کی ہمت بھی دیکھ لو
اٹھ کر ذرا بھتیجے کی صورت بھی دیکھ لو
اصغرؑ کا میرے آخری خلعت بھی دیکھ لو

بیٹا تم ہو اکیلے اور یہ سنسان ہے مکاں
بہنیں نہ آس پاس ہیں نزدیک ہیں نہ ماں
تم تو علیؑ کے پوتے ہو ڈرنا نہ میری جاں
اللہ تمہارا حافظ و ناصر نگہباں

بھیا نہیں ہے تاب دلِ دردناک میں
کیونکر چھپائیں چاند کو ہم اپنے خاک میں

رہنا پسند آیا نہ دنیائے زیست میں
محسنؑ کے ساتھ شوق سے کھیلو بہشت میں

دادا جب آئیں قبر میں بیٹا بصد محن
اور دیکھیں خوں بھرا ہوا کرتا شہِ زمن
پوچھیں کہ آہ بیٹے ملا تجھ کو یہ کفن
کرنا یہ ہاتھ جوڑ کے اُن سے یہ تم سخن

احساں کسی کا میرے لئے وہ نہ لے سکا
محتاج باپ تھا نہ کفن مجھ کو دے سکا

یہ کہہ کے مٹی دینے لگے جب حضور آہ
تڑپا وہ دل کہ اور بھی حالت ہوئی تباہ
دیکھا نہ ہوگا صابر و شاکر خدا گواہ
اک دل پہ اتنے داغ کہ اللہ کی پناہ

تڑپا جو دل تو قلب پہ صدمے بڑے ہوئے
الحمد پڑھ کے قبر سے بس اٹھ کھڑے ہوئے

بہارِ گلشنِ شیرِ الٰہ جاتی ہے

قضا چراغِ مزارِ نبیؐ بجھاتی ہے
یہ غل ہے دیکھئے تقدیر کیا دکھاتی ہے
کھلا ہے فاطمہؑ کا سر قیامت آتی ہے

کوئی نہیں ہے غریبی میں پاس آئے حسینؑ
صدا ہے خیمے کے پیچھے کہ ہائے ہائے حسینؑ

رُلا رہی ہے دلوں کو لُٹی ہوئی سرکار
نہ پیدلوں کے پرے ہیں نہ مرکبوں کی قطار
نہ کوئی حاجب و درباں نہ کوئی خدمت گار
اجڑ گیا وہ گلستاں خزاں ہوئی وہ بہار

مقام ہُو کا ہے جس جا نگاہ پڑتی ہے
حضور کے درِ دولت پہ خاک اڑتی ہے

حسینؑ جب علی اصغرؑ کو دفن کرکے پھرے
اٹھا کے رنج و الم پارۂ جگر سے پھرے
مزار سے بصد اندوہ غم پسر سے پھرے
سُوئے خیامِ حرم سرد آہ بھر کے پھرے

پکاری ڈیوڑھی سے بانوؑ میرا جگر ہے کہاں
خدا کے واسطے کہیے وہ سیم بر ہے کہاں
جہاں ہے آنکھوں میں تیرہ میرا قمر ہے کہاں
حضور جلد بتا دیجیے اصغرؑ ہے کہاں

بکا کرو یہ دلِ بیقرار کہتا تھا
جگر میں درد تھا بازو سے خوں بہتا تھا

عجیب حال سے کیوں منہ کو موڑ آئے ہو
ستم گروں میں کہاں اسکو چھوڑ آئے ہو

کہا حسینؑ نے وہ بھی ہوئے شہیدِ جفا
ملا نہ پانی کا قطرہ گلے پہ تیر لگا
یہ خوں اُنہیں کا میری آستیں میں سب ہے بھرا
اگل اگل کے لہو مرگیا وہ ماہ لقا

کوئی نہ پائے جو دکھ ہم نے پائے ہیں بانوؑ
اُنہیں سپردِ لحد کرکے آئے ہیں بانوؑ

جب ناصرانِ قبلہء عالم بچھڑ گئے
غربت میں دیکھے شہ کو عجب غم بچھڑ گئے
کیا جرّاتیں دکھا کے وہ ضیغم بچھڑ گئے
فوجوں کو کرکے درہم و برہم بچھڑ گئے

مسلم کے لاڈلوں کی ہوئی یک بیک وفات
لوٹی اجل نے حضرتِ زینبؑ کی کائنات
نوشاہ نے بھی نقدِ شہادت کی لی برات
لب تشنہ قتل ہوگئے بھائی لبِ فرات

آیا کسی جگہ نہ خلل اعتقاد میں
پیچھے رہے نماز میں آگے جہاد میں

صدمے سے جاں بلب پسرِ فاطمہؑ ہوا
اکبرؑ کے بعد کوئی نہ تھا خاتمہ ہوا

داغِ پسر بھی سہ چکے جسدم امامِ پاک
مقتل سے آئے خیمے میں محزون و دردناک
بسمل تھیں غم سے حضرتِ زینبؑ بروئے خاک
شہ نے کہا بہن نہ کرو آپ کو ہلاک

پہنچے جو گاہوارہء بے شیر کے قریں
دیکھا کہ غش ہے فرطِ عطش سے وہ مہ جبیں
آنکھیں ہیں بند خشک ہیں لب ہائے نازنیں
منہ اپنا منہ پہ ملنے لگے جھک کے شاہِ دیں

درپیش غم ہے فاطمہؑ کے نورِ عین کا
نیزے پہ دیکھنا ہے ابھی سر حسینؑ کا

ٹپکے جو اشک سرورِ گردوں سریر کے
پانی سمجھ کے کُھل گئے لب اس صغیر کے

اصغرؑ کو لیکے رن کو چلے شاہِ نامدار
انجام کے خیال سے تھا قلب بیقرار
دھوپ آئی گلبدن پہ تو جلدی بحالِ زار
دامن عبا کا ڈھانپ لیا اُس پہ ایکبار
پہنچے جو نہر دیکھ کے صدمے بڑے ہوئے
اعدا کے آگے سر کو جھکا کر کھڑے ہوئے

بڑھ کر یہ پوچھنے لگے دو چار اہلِ کیں
بچہ یہ مرگیا ہے کوئی یا امامِ دیں
فرمایا زندہ ہے ابھی میرا یہ نازنیں
دو دن کی پیاس سے ہے مگر مرگ کے قریں
مشکل ہے زندگی میرے ماہِ منیر کی
پانی پلا کے جان بچالو صغیر کی

دی ابنِ سعد کو یہ خبردار نے خبر
آیا حضورِ قبلہء عالم وہ خیرہ سر
بولا عبا ہٹایئے یا شاہِ بحروبر
کیا بے زباں کا حال ہے دیکھوں تو اک نظر
دامن ہٹادیا تو بہت غیر حال تھا
گردن ڈھلی تھی ضعف سے بچہ نڈھال تھا

یہ کہکے صف سے پیچھے ہٹا دشمنِ امام
بلوا کے حرملہ کو لعیں نے کیا کلام
ہاتھوں پہ لائے ہیں جو حسینؑ اپنا لالہ فام
ناوک لگا کے کام کر اس طفل کا تمام
جا جلد شہ کا دُرِ یگانہ ہے سامنے
ہرگز نہ چوکنا کہ نشانہ ہے سامنے

بے رحم سے یہ حکم جو پایا شریر نے
ایماں کے گھر کو ہاتھ سے ڈھایا شریر نے
مرتے ہوئے پہ رحم نہ کھایا شریر نے
دو ٹانک کی کماں کو چڑھایا شریر نے
وہ فکر کی کہ حشر مچے آلِ پاک میں
صف کے عقب کھڑا ہوا بچے کی تاک میں

سنتا تھا کب کسی کی ستم پیشہ وہ شریر
اُس رخ کماں بڑھا کے رہا آپ گوشہ گیر
کانپی زمیں لرز گیا صدمے سے چرخِ پیر
اصغرؑ کا حلق تاک کے مارا شقی نے تیر
پیکانِ ظلم پار جو گردن سے ہوگیا
فرزندِ بوتراب کا دل سن سے ہوگیا

بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلعذار
سر تا قدم لرزنے لگے شاہِ نامدار
آیا نہ کچھ زباں پہ بجز شکرِ کردگار
کھینچا جو تیرِ ظلم تو چھوٹی لہو کی دھار
ابلا جو خونِ لختِ دل آنکھوں کے سامنے
اس زخم سے ملادیا چلو امام نے

لبریز خوں سے ہوگیا جس وقت دستِ پاک
چاہا کہ پھینک دیں اسے مولا برُوئے خاک
کی عرض یہ زمیں نے با آوازِ دردناک
کیا دورغم سے گر میرا سینہ ہو چاک چاک
ہر بوند اسکی میرے کلیجے کو تیر ہے
مولا یہ خونِ ناحقِ طفلِ صغیر ہے

شہؑ نے اٹھایا ہاتھ سوئے چرخِ ناگہاں
تھرا کے آسماں نے صدا دی کہ الاماں
رکھئے معاف بہرِ خداوندِ انس و جاں
آئے اگر یہ خون ادھر اے سرورِ زماں
ہر ذی حیات پانی کو ترسے زمین پر
تا حشر پھر سحاب نہ برسے زمین پر

اُسدم دلِ حزیں کو جو صدمہ ہوا کمال
مجبور ہوکے رونے لگے شاہِ خوشخصال
بولے یہ جھک کے لختِ جگر سے بصد ملال
بتلاؤ کیا کرے یہ لہو فاطمہؑ کا لال
انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمھارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

پہنچا جو رن میں شبرِ ذیجاہ کا پسر
حجت تمام کرکے وغا کی با کرّوفر
ارزق کو دی وہ زک کہ جھکے شامیوں کے سر
ماں سن کے بولی شکرِ خداوندِ بحروبر

کنبے میں بات رہ گئی وہ کام ہوگیا
بن باپ کے پسر کا بڑا نام ہوگیا

باتیں یہ ہو رہی تھیں حرم میں کہ ایک بار
قاسمؑ پہ مل کے ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار
سمٹے اِدھر اُدھر سے ہزاروں زبوں شعار
چاروں طرف سے پڑنے لگے تشنہ لب پہ وار

حربے لئے تھے قرب میں جو بدشعور تھے
[illegible]

آنسو خوشی کے آنکھوں سے سب کی ہوئے رواں
زینبؑ پکاری فتح مبارک ہو بھابی جاں
جیتا تمہارے لعل نے رن وقتِ امتحاں
مشہور تھا سپاہ گری میں یہ پہلواں

مارا بڑے عدوُے شہِؑ کربلائی کو
بھیا حسنؑ بھی دیکھتے کاش اس لڑائی کو

نرغہ وہ شامیوں کا وہ اک غیرتِ قمر
بھالے وہ آس پاس وہ تیغیں قریبِ سر
نیزے چبھوئے دل میں لعینوں نے اسقدر
شبرؑ کے نونہال کا ٹکڑے ہوا جگر

تیروں سے سب چھنا ہوا تن گلبدن کا تھا
[illegible]

زہراؑ کی تھی فغاں کہ نہ بچے کو یوں ستاؤ
مسموم کا جگر ہے نہ تیغیں اسے لگاؤ
میرے حسنؑ کی ہے یہ کمائی کوئی بچاؤ
بیٹی ہوں میں تمہارے پیمبر کی رحم کھاؤ
دیدو مجھے یہ لعل کہ غم کی ستائی ہوں
میں اسکو لینے کیلئے جنت سے آئی ہوں

زہراؑ تو کررہی تھیں یہ نوحہ بحالِ زار
ناگاہ ظلم کی ہوئی برچھی جگر کے پار
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا طفلِ گلعذار
عباسؑ کو تڑپ کے پکارا جگر فگار
وقت آگیا کہ اوجِ شہادت حصول ہو
اب آخری سلام ہمارا قبول ہو

رن میں یتیم گوہرِ عرشِ علا گرا
جلتی زمیں پہ پسرِ مجتبیٰ گرا
زخموں سے چور خاک پہ وہ مہ لقا گرا
غل پڑگیا نبیرہء خیر النساء گرا
پوتا ہے جاں بلب اسدِ کردگار کا
بجھتا ہے اب چراغ حسنؑ کے مزار کا

گرتے ہی خاک پر جو ہوا غش وہ مہ لقا
فوجِ عدو میں فتح کے باجوں کا غل ہوا
ماں نے صدا سنی تو یہ دل تھام کر کہا
میری کمائی نیک لگی شکرِ کبریا
بچے پہ میرے مہر ہوئی ذوالجلال کی
لو بیبیو برات چڑھی میرے لعل کی

سن کر یہ بین رونے لگے شاہِ بحر و بر
رن کو چلے پٹک کے عمامہ بچشمِ تر
ہمراہ تھا پسر بھی برادر بھی نوحہ گر
نالے یہ تھے کہ ہائے میرے غیرتِ قمر
عمو نثار جانِ برادر کدھر گئے
تم بھی حسنؑ کا داغ ہرا آج کر گئے

پہنچے جو لاشے ابنِ حسنؑ پر بحالِ زار
دیکھا کہ سر کو کاٹنے والے ہیں بد شعار
غصے سے کانپنے لگے عباسِؑ نامدار
للکار کے بڑھے صفتِ شیرِ کردگار
بھاگے عدو جو ڈر کے تو نقشہ بدل گیا
ہلچل میں اُس یتیم کا لاشہ کچل گیا

روتے ہوئے قریب جو آئے شہِ ہدا
دیکھے تمام عضوِ بریدہ جدا جدا
ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہا وا محمداؐ
امت کا یہ سلوک تو دیکھو بچے خدا
ابنِ حسنؑ کی جان پہ صدمے گزر گئے
لو نانا جان قاسمِؑ ناشاد مر گئے

اپنی عبا یہ کہکے بچھائی زمین پر
سب چن لئے پڑے تھے جو اعضا اِدھر اُدھر
کاندھے پہ لاش لے چلے عباسِؑ نامور
روتے ہوئے حسینؑ بھی پہنچے قریبِ در
آواز دی کہ بیاہ کہ حسرت نکال لو
لو بھابی جان اپنی امانت سنبھال لو

گھوڑے سے جبکہ قاسمِؑ گلگوں قبا گرا
غل پڑگیا نبیرہء مشکل کشا گرا
صفدر جری بہادرو شیرِ وغا گرا
خوں میں نہا کے لختِ دلِ مجتبیٰؑ گرا
گرتے ہی فوجِ ظلم کا مجمع بہم ہوا
زخمی پہ آہ نرغہء فوجِ ستم ہوا

مارا کسی نے پشت پہ نیزے کو تان کے
کھٹکی سنانِ ظلم کلیجے میں آن کے
کوئی تبر لگا گیا مظلوم جان کے
تیغہ کسی کا چل گیا سر پر جوان کے
پہلو بھی دونوں ہاتھ بھی یکسر فگار تھے
دولھا کا ایک جسم تھا حربے ہزار تھے

حضرت کو دی صدا کہ چچا جان آیئے
خادم ہوا حضور پہ قربان آیئے
دنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان آیئے
سر کاٹنے کا ہوتا ہے سامان آیئے
جلاد پہنچے تیغِ دو پیکر لئے ہوئے
قاتل کھڑے ہیں ہاتھوں میں خنجر لئے ہوئے

دم توڑنے لگا جو یہ کہہ کر وہ دلفگار
طبلِ ظفر بجا صفِ اعدا میں ایک بار
دوڑے اِدہر سے تیغِ بکف شاہِ نامدار
گھوڑوں سے روندنے لگے لاشے کو واں سوار
سب ٹکڑے ٹکڑے سینہء پر نور ہوگیا
ٹاپوں سے مرکبوں کے بدن چور ہوگیا

مقتل سے لاش آنے کی صورت کہوں میں کیا
چادر لپیٹ دی تھی کہ اعضاء تھے سب جدا
قطرے لہو کے خاک پہ گرتے تھے جا بجا
گردن ڈھلی ہوئی تھی لٹکتے تھے دست و پا
عباسؑ روتے آتے تھے اور سر پہ ہاتھ تھا
زخمی فرس بھی دولھا کے لاشے کے ساتھ تھا

نزدیک رہ گیا جو درِ خیمہء حرم
اکبرؑ وہاں سے بڑھ گئے آگے بچشم نم
ڈیوڑھی پہ راہ تکتی تھی زینبؑ اسیر غم
پوچھا کہ روتے آئے ہو کیوں کیا ہوا ستم
کی عرض سوئے خلد حسنؑ کا پسر گیا
شب کو جسے بنایا تھا دولھا وہ مر گیا

جب لاشہء قاسمؑ کو علمدار نے دیکھا

قبضے کیطرف غیض سے جرار نے دیکھا
منہ بھائی کا روکر شہِ ابرار نے دیکھا
کی عرض بڑا داغ نمک خوار نے دیکھا

عباسؑ گرے پاؤں پہ گردن کو جھکا کر
رونے لگے شہؑ بھائی کو چھاتی سے لگا کر
بانوؑ نے کہا غش سے سکینہؑ کو جگا کر
صدقے گئی دیکھ آؤ چچا جان کو جا کر

تیغوں سے عجب سروراں کٹ گیا آقا
واللہ کہ دل زیست سے اب ہٹ گیا آقا

اسطرح جو شاہِ شہدا روتے ہیں بی بی
سرورؑ سے علمدارؑ جدا ہوتے ہیں بی بی

یہ سنتے ہی گھبرا کے چلی جلد وہ بے آس
اُودے ہوئے جاتے تھے لبِ لال یہ تھی پیاس
زینبؑ نے کہا آتی ہے لو عاشقِ عباسؑ
عباسؑ نے گودی میں لیا بڑھ کے بصد یاس

عباسؑ نے روکر کہا کیا چاہئے جانی
شرما کے سکینہؑ نے یہ کی عرض کہ پانی
عباسؑ نے فرمایا بصد اشک فشانی
اللہ بجھائیگا تیری تشنہ دہانی

بہتے تھے جو آنسو خلفِ شیرِ خدا کے
لوگود سے اترو تو ہم اب جائیں سکینہؑ

یہ سنتے ہی اُس پیاسی میں اک جان سی آئی   عباسؑ نے کی عرض کہ دریا نہیں کچھ دور
فضہ گئی اور دوڑ کے مشکیزے کو لائی   مشکیزہ بھرا اور پھرے خرم و مسرور
رو رو کے وہ کہنے لگی شبیرؑ کی جائی   اور آگے میری جان جو اللہ کو منظور
میں رن میں چلی آؤنگی گر دیر لگائی   مانع ہوئی آنے میں اگر موت تو مجبور

جلد آؤنگا دریا سے یہ فرما کے سدھارو   تقدیر سے کیا زور ہے سقائے حرم کا
جاتے ہو تو آنے کی قسم کھا کے سدھارو   وعدہ کریں کیونکر کہ بھروسہ نہیں دم کا

لڑتا ہوا پہنچا لبِ دریا جو وہ جرار   لکھا ہے کہ اک تھا بنِ ورقہ ستم آرا
تھا دوشِ مبارک پہ علم ہاتھ میں تلوار   تیغ اسکی لگی دوشِ مبارک پہ قضارا
کہنی سے ٹپکتا تھا لہو خاک پہ ہر بار   بے دست ہوا حیدرِ کرار کا جایا
چھیڑا جو ذرا اڑ کے گیا نہر پہ رہوار   احمد کا نشاں خون میں تر ہوگیا سارا

تلوار سے تیروں کو قلم کرتے تھے عباسؑ   دیکھو تو ذرا جراتِ سقائے حرم کو

یاں تھا ابھی یہ ذکر کہ برپا ہوا محشر فضہ کی یہ آواز جو عباسؑ تک آئی
رونے میں لگے دیکھنے شہؑ خیمے کو مڑ کر تھرانے لگا نزع میں وہ شہؑ کا فدائی
دیکھا کہ حرم گھر سے نکل آئے ہیں باہر شہؑ سے کہا یاں آتی ہے کیا آپ کی جائی
چلاتی ہے فضہ علی اکبرؑ علی اکبرؑ دامن سے میرے منہ کہ چھپا لیجئے بھائی
اب دخترِ سلطانِ مدینہ نہیں تھمتی یہ کہتے ہی دنیا سے سفر کر گئے عباسؑ
عباسؑ سے کہدو کہ سکینہؑ نہیں تھمتی منہ پھیر لیا شرم سے اور مر گئے عباسؑ

جب گھوڑے کو دریا میں علمدارؑ نے ڈالا
لہرانے سے موجوں کے ہوا دل تہہ و بالا
یاد آ گئی بس تشنگیء سیدِ والا
رقت بہت آئی تھی مگر دل کو سنبھالا

دریا تو ادھر اور اُدھر لشکرِ قہار
مشکیزہ لیئے بیچ میں تنہا وہ علمدارؑ
تلواروں کی تھیں بجلیاں اور تیروں کی بوچھار
جا سکتے تھے آفت میں نہ اِس پار سے اُس پار

صدمے سے بھر آیا دلِ سقائے سکینہؑ
اشک آنکھوں سے ٹپکا کے کہا ہائے سکینہؑ

طوفاں تھا طلاطم تھا مصیبت کی گھڑی تھی
کیا پیاسوں کی کشتی بھی تباہی میں پڑی تھی

ہوتا تھا اِدھر خاتمہء جنگِ علمدارؑ
بسمل سے تڑپتے تھے اُدھر سیدِ ابرار
رو کر کبھی تکتے تھے سوئے فوجِ ستمگار
گر کر کبھی چلاتے تھے ہے ہے میرے غمخوار

کہتی تھی کہو صدقے گئی کچھ خبر آئی
شہؑ کہتے تھے ہمشیر جدا ہوتا ہے بھائی
دریا سے وہ نکلا تھا مگر راہ نہ پائی
مشکیزے کے لے آنے پہ ہوتی ہے لڑائی

بھائی کی صدا سُن کے تڑپ جاتی تھی زینبؑ
جب روتے تھے حضرت تو نکل آتی تھی زینبؑ

خونخواروں میں وہ صاحبِ شمشیر گھرا ہے
دریا کی ترائی میں میرا شیر گھرا ہے

کہتی تھی یہ گھبرائی ہوئی زوجہء عباسؑ
کیوں بیبیو بچے میرے کیا ہوگئے بے آس
کیا کہتے ہیں شاہِ شہدا کس سے ہوئی یاس
اے وائے مقدر نہ سکینہؑ کی بجھی پیاس
کیسی خبر آئی ہے کہ جی کھوتے ہو لوگو
تم سب میرا منہ دیکھ کے کیوں روتے ہو لوگو

کس کس سے لڑے تشنہ دہانی میں وہ بے آس
ہمدرد نہ کوئی نہ مددگار کوئی پاس
وہ فوج کا نرغہ وہ ہجومِ الم و یاس
ان سب سے سوا مشک کے چھد جانے کا وسواس
بڑھتے کماندار تو رُک جاتے تھے عباسؑ
تیر آتا تھا جو مشک پہ جھک جاتے تھے عباسؑ

ماتم تھا اِدھر گھر میں اُدھر روتے تھے شبیرؑ
واں چلتے تھے عباسِؑ علیؑ پر تبر و تیر
دریا سے بڑھے آتے تھے تولے ہوئے شمشیر
ہر سمت سے اُمڈا ہوا تھا لشکرِ بے پیر
ساحل پہ قیامت کی صف آرائی ہوئی تھی
لشکر تھا کہ دریا پہ گھٹا چھائی ہوئی تھی

فریاد کہ تھے لاکھ لعیں روکے ہوئے راہ
شمشیر بکف بیچ میں اِبنِ اسداللہ
پیچھے سے پڑی تیغِ ستم دوش پہ ناگاہ
شاخِ شجرِ باغِ علیؑ قطع ہوئی آہ
اک ہاتھ تو ہمراہ گرا تیغِ دودم کے
اک ہاتھ تھا باقی وہ چلا ساتھ علم کے

گرنے لگا جسدم علمِ سیدِ والا
عباسؑ نے جھک کر اسے گردن سے سنبھالا
اک تیر لگا چشم پہ اور سینے پہ بھالا
بند آنکھیں ہوئیں منہ سے لہو شیر نے ڈالا

کچھ گُرزِ گراں بار کا صدمہ نہیں تھوڑا
سر پھٹ گیا پر مشک کو دانتوں سے نہ چھوڑا
نیچے جو گرے آپ کھڑا ہوگیا گھوڑا
پھر تیر نے مشکیزے کو اور سینے کو توڑا

خم تھے کہ پڑا فرق پہ گرز ایک شقی کا
شق ہوگیا سر حضرتِ عباسِ علیؑ کا

پانی جو گرا عید ہوئی فوجِ عدو میں
مچھلی سے تڑپنے لگے عباسؑ لہو میں

ناگاہ یہ آوازِ علی دشت سے آئی
شبیرؑ خبر لے کہ تصدق ہوا بھائی
چلائی یہ زینبؑ کہ دھائی ہے دھائی
حضرت نے کہا لُٹ گئی بابا کی کمائی

تشریف شہِ ہردوسرا لائے ہیں زینبؑ
عباسؑ کا لاشہ علیؑ آ [illegible] زینبؑ

جب ہاتھ قلم ہو گئے سقائے حرم کے
اور عرشِ بریں ہل گیا گرنے سے علم کے
مشکیزے میں پیوست ہوئے تیر ستم کے
مِندیل گری سر سے شہنشاہِ امم کے

اتنے میں ترائی سے اٹھا شور قضارا
تب ایک بلندی سے کیا شہ نے نظارا
ہاتھوں سے کمر تھام کے زینبؑ کو پکارا
لو بہنا ترائی میں گھرا شیر ہمارا

غل پڑ گیا سقائے سکینہؑ ہوا زخمی
نیزے سے جگر تیر سے سینہ ہوا زخمی

بے اُنکے تو اب زیست گوارا نہیں زینبؑ
سب مر گئے اب کوئی ہمارا نہیں زینبؑ

پھر دیکھ کے دریا کو یہ آواز سنائی
آواز نہیں دیتے ہو کیا مر گئے بھائی
آواز کے ساتھ انکی بھی آواز یہ آئی
آقا میرے جلد آؤ بہت دیر لگائی

دوڑے طرفِ نہر یہ کہتے شہہِ تنہا
ہے ہے میرے مونس میرے عاشق میرے شیدا
لاشے پہ جو پہنچے تو گرے سیدِ والا
روکر کہا اے نام و نشانِ اسداللہ

مشکل سے بلند اتنی بھی آواز ہوئی ہے
اب موت کی ہچکی ہمیں آواز ہوئی ہے

ہم آئے ہیں اور آنکھوں کو کھولا نہیں جاتا
کیا [illegible]

بھائی کہا فرزند کہا اور مددگار
اِس پر بھی کسی نام پہ بولے نہ علمدارؑ
دیکھا شہہؑ والا نے کہ لب ہلتے ہیں ہر بار
جھک کر جو سنا آہ تو کرتے ہیں یہ گفتار

شہہؑ بولے کہ کچھ حد بھی غلامی کی ہے بھائی
بچپن سے تو ابتک میرے نعلین اٹھائی
کچھ آرزوئے دل کہو اے حق کے فدائی
وہ بولے کہ قسمت میں نہ تھی آج رسائی

نعلین اتارو تو قدم بوس میں ہولوں
اور کہہ کے غلام اپنا پکارو تو میں بولوں

شہزادیء سلطانِ مدینہ رہی پیاسی
سقہ میں بنا آہ سکینہؑ رہی پیاسی

ہے عرض یہ اور آخری ارمان بھی سن لو
جب حشر میں جبریلؑ کو یہ حکمِ خدا ہو
ہاں لاؤ غلامانِ حسینؑ ابنِ علیؑ کو
اُس غول کے آگے میں ہوں اے سیدِ خشکو

لو عترتِ اطہار خدا حافظ و ناصر
لو اکبرؑ دلدار خدا حافظ و ناصر
لو عابدؑ بیمار خدا حافظ و ناصر
لو اے شہِ ابرارؑ خدا حافظ و ناصر

دامانِ علم سب کو اُڑاتا ہوا آؤں
مانی تیرے شیعوں کو بلاتا ہوا آؤں

شہزادیو بطحا و مدینہ کو نہ جانا
آقا میرے لاشے پہ سکینہؑ کو نہ لانا

اور ایک یہ حسرت میری عابدؑ کو سنانا
پیارے میرے جب گورِ غریباں تُو بنانا
تو لا کے سکینہؑ کو ترائی میں بٹھانا
صدقے کی طرح گرد میری لاش پھرانا
تلقین میں کہیو مجھے شیدائے سکینہؑ
اور قبر پہ لکھ دیجیو سقائے سکینہؑ

تب شہؑ نے اٹھایا وہ علم خاک سے رو کر
پھر خون سے بھائی کے پھریرے کو کیا تر
اور مشک چھدی باندھ دی پنجے کے برابر
اکبرؑ سے کہا چل کے پھپھی سے کہو دلبر
در پر رکھو سر کھولے ہوئے آلِ نبیؐ کا
دریا سے علم آتا ہے عباسِؑ علیؑ کا

جب آفتابِ روزِ شہادت عیاں ہوا
فارغ نمازِ صبح سے پیر و جواں ہوا
اک شورِ طبلِ جنگ اُدھر ناگہاں ہوا
ہر ناصرِ حسینؑ اِدھر شادماں ہوا
پیشِ نظر تحفظِ دینِ رسولؐ ہے
اس راہ میں ہر اک مصیبت قبول ہے

دشتِ بلا میں گرمیء روزِ حساب ہے
اور ریگِ گرم پر شہِ گردوں جناب ہے
اک قلبِ مطمئن پسرِ بوترابؑ ہے
اور کیوں نہ ہو یہ جانِ رسالتمآب ہے
نکلا ہے گھر سے دیں کو بچانے کے واسطے
سب کچھ راہِ خدا میں لٹانے کے واسطے

رخصت حرم کی ہے شہِ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے
دیکھا کئے سکینہؑ کو حسرت و یاس سے
بولی وہ تشنہ کام شہِ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے

فرمایا شہ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے
آؤ گلے لگو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے
تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو اعانت خدا کرے
جسکا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے

عمو تمہارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بلب
بی بی قدم پہ گر کے ہمیں کون روکے اب
تلواریں چل گئیں بنے قاسم پہ بے سبب
مرنا شباب میں علی اکبرؑ کا ہے غضب
تھی جن سے زندگی کی حلاوت وہ چھٹ گئے
دو تین گھر بھرے ہوئے ایکدم میں لُٹ گئے

سن کر مصیبت پدرِ بیکس و حزیں
بولی بلائیں باپ کی لیکر وہ مہ جبیں
بابا سوائے آپکے میرا کوئی نہیں
نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امامِ دیں
صدقے گئی مدینے چلو یا نجف چلو
للہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو

شہؑ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار
پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نہ سوار
اس دشتِ کیں میں قید ہے زہراؑ کا یادگار

جانا ہو دور شب کو جو آنا نہ ہو اِدھر
ضد کر کے رویئو نہ ہمیں چاہتی ہو گر
پہلے پہل ہے آج شبِ فرقتِ پدر
سورہیو ماں کی چھاتی پہ غربت میں رکھ کے سر

قاصد جو میرے نام کے خط لیکے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

راحت کے دن گزر گئے یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام
بتلایئے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امامؑ
کُھل جائیگا یہ دردوالم تم پہ تابہ شام

مومنو مرنے کو میدان میں جاتے ہیں حسینؑ
بیبیاں روتی ہیں ہتھیار سجاتے ہیں حسینؑ
منہ سے منہ بالی سکینہؑ کے ملاتے ہیں حسینؑ
اشکِ خوں چشمِ مبارک سے بہاتے ہیں حسینؑ

بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے

چاند سے جسم پہ کپڑے ہیں کفن کی صورت

روکے فرماتے ہیں خواہر سے کہ بہنا آؤ
اس مسافر کے کلیجے سے ذرا لگ جاؤ
تمہیں زہرا کی قسم ہے نہ پچھاڑے کھاؤ
تھی میں بن بھائی کی اب دل کو یہی سمجھاؤ

اپنے کنبے کی جدائی کے خوش آتی ہے
کیا کروں مجھ کو اجل چھین لئے جاتی ہے

اے میرے فاقہ کش و بیکس و نادار بہن
اے میرے عاشق و صابر میری غمخوار بہن
اے میری دامِ مصیبت میں گرفتار بہن
بھائی دنیا سے چلا گھر سے خبردار بہن

جب میرا سینہ ہو تیغوں کا نشانہ زینبؑ
بال کھولے ہوئے میداں میں نہ آنا زینبؑ

یہ وصیت تمہیں کرتا ہوں رہے اسکا خیال
لوٹ لیں گے میرے بعد آکے یہ گھر بدافعال
منہ سے جز شکر نہ کچھ بولیو اے نیک خصال
چھین لیں گے جو ردا چہرے پہ بکھرائیو بال

میری خاطر سے یہ سب رنج اٹھانا زینبؑ

سر کٹانے کی میرے اُس کو خبر ہو نہ کہیں
ورنہ مرجائیگی رورو کے سکینہؑ غمگیں
بن میری چھاتی کے اُسکو کبھی نیند آئی نہیں
رن میں اب پاؤں دھرے گا میری چھاتی پہ لعیں

کون اِس بچی کا ہے ناز اٹھانے والا

رحم آتا ہے مجھے اسکی یتیمی کا بہن
آج بن باپ کی ہوجائیگی یہ تشنہ دھن
مجھکو معلوم ہے جو دُکھ اسے دینگے دُشمن
ہے غضب باندھینگے ان چھوٹے سے ہاتھوں میں رسن

چھوڑو بابا مجھے کہہ کر جو یہ چلائیگی
قبر میں فاطمہؑ کی روح تڑپ جائیگی

بھائی ممکن نہیں دوں آپکو مرنے کی رضا
مجھ کو پردیس میں برباد نہ کیجو بھیا
ہوں میں بن باپ کی بن ماں کی یہ ہے رحم کی جا
اب تو کوئی میرا وارث نہیں حضرت کے سوا

کسکو داغ اپنے کلیجے کے دکھاؤں ہے ہے
اپنے بابا کو کہاں ڈھونڈنے جاؤں ہے ہے

شہِ مظلوم نے کس درد سے کی یہ گفتار
واحسیناؑ کی ہوئی آلِ پیمبرؐ میں پکار
گر پڑی بھائی کے قدموں میں بہن با دلِ زار
کہتی تھی آپکی غربت پہ یہ بہنا ہو نثار

ابھی رخصت کا سخن منہ پہ نہ لانا بھائی
دم میرا تن سے نکل جائے تو جانا بھائی

اے مومنو مولا کی سنو عزت و توقیر
اب حال شہادت کا مفصل ہے یہ تحریر
بچہ چھ مہینے کا ہوا جب ہدفِ تیر
گردوں سے ندا آئی کہ بیکس ہوئے شبیرؑ

اعدا کے ستم عدل کی میزاں میں تلیں گے
جب حشر تلے فاطمہؑ کے بال کھلیں گے

دیکھو تو محبو شہِ مظلوم کی تصویر
کس شان سے میدان میں استادہ ہیں شبیرؑ
تسبیح پہ تسبیح ہے تکبیر پہ تکبیر
اور ہوتے ہیں لاشے علی اکبرؑ سے بغلگیر

کہتے ہیں کہ سہرا علی اکبرؑ کا نہ دیکھا
اور گھٹنیوں چلتے علی اصغرؑ کو نہ دیکھا

کس شانِ غریبی سے کھڑے ہیں شہِ والا
اور جانکے بیکس انہیں کہتے ہیں یہ اعدا
اب تو تمہیں کچھ حوصلہ لڑنے کا نہ ہوگا
عباسؑ کی جرت پہ تمہیں ناز تھا کیا کیا

اب آپکا وہ جعفرِ طیارؑ کہاں ہے
وہ فوج کہاں ہے وہ علمدارؑ کہاں ہے

کس مرتبہ تھے بھانجے اپنے تمہیں پیارے
دیکھو ہیں پڑے لاشوں میں وہ پیاس کے مارے
کہتے تھے کہ جیتا ہوں میں اکبرؑ کے سہارے
سو قتل کیا اسکو بھی لشکر نے ہمارے

کیا کیا نہ ادب کرتے تھے ہمشکلِ نبیؐ کا
سو مٹ گیا نقشہ بھی رسولِ عربیؐ کا

اب لاشوں میں کیا پھرتے ہو پھر خیمے میں جاؤ
اور ہاتھوں پہ بچہ کوئی اصغرؑ سا لے آؤ
ہم تیر سے ماریں اسے تم قبر بناؤ
قاسمؑ سا بنا ہو تو کوئی اور بناؤ

بھیجو جو پسر اور ہو اکبرؑ سا تمہارا
پھر خیمے سے زینبؑ کو نکلواؤ دوبارہ
عرصہ ہوا عمامہ نہیں تم نے اتارا
اکبرؑ نہیں عابدؑ کا کرو داغ گوارہ

مرنے کو اسے بھیج دو نوشاہ بنا کر
ہم لاش کو پامال کریں دیکھو تم آکر

بازارِ قضا گرم ہے بیمار کو بھیجو
یا خیمے سے عباسؑ سے دلدار کو بھیجو

شہؑ کہتے تھے اب مونس و یاور نہیں کوئی
بس ایک ہی اکبرؑ تھا اب اکبرؑ نہیں کوئی
عباسؑ ہوئے قتل برادر نہیں کوئی
اصغرؑ کے لگا تیر اب اصغرؑ نہیں کوئی

یہ کہکے جو رونے لگا لختِ دلِ زہراؑ
تیغ دو زباں شاہ کی اسدم ہوئی گویا
ہیں تین شب و روز کے پیاسے میرے آقا
میں تو ہوں رفیق آپکی مولا یہ کہا کیا

بھجوائیں کسے مرنے کو تنہا یہ حزیں ہے

یہ سچ ہے کہ اکبرؑ نہیں عباسؑ نہیں ہے

جب آئی صبحِ قتلِ امامِ فلک وقار
زینبؑ اٹھا کے ہاتھ یہ کہتی تھیں بار بار
پردیسیوں پہ رحم کر اے میرے کردگار
کیونکر جیونگی بھائی سے چھٹ کر میں سوگوار

سارا جہاں سیاہ ہے چشمِ پُرآب میں
سر ننگے میں نے دیکھا ہے اماں کو خواب میں

تھا اہلبیتؑ میں یہ طلاطم کہ ایکبار
گزری وہ شب سحر ہوئی مشرق سے آشکار
پڑھ کر نمازِ صبح امامِ فلک وقار
رخصت کو آئے خیمے میں با چشمِ اشکبار

فرمایا کیوں فلک پہ اثر کس کے غم میں ہے
زندہ ہوں میں ابھی میرا ماتم حرم میں ہے

چھاتی سے پھر بہن کو لگا کر کہی یہ بات
زینبؑ میں جانتا ہوں کہ تڑپی ہو ساری رات
موت آئیگی ضرور اسے جو ہے ذی حیات
پھر حاصل اس سے کیا کہ یہ دنیا ہے بے ثبات

ماں کو پدر کو بھائی کو ہاتھوں سے کھو چکیں
تم تو کئی بزرگوں کو اس گھر میں رو چکیں

سر کو پٹک پٹک کے جو حضرت ہو نوحہ گر
مرجاؤ گی تو اور بھی برباد ہوگا گھر
تھامے گا کون ہوئیں گے بچے جو بے پدر
پیٹے گا کون ماتمی صف میں برہنہ سر

ذی رتبہ ہو بتولؑ کی نازوں کی پالی ہو
تم ہم سے بیکسوں کی بہن رونے والی ہو

چلائی اس بیان کو سن کر وہ ایکبار
وا حسرتا کہ مرناگئی یہ جگر فگار
میرے ہی تھا نصیب میں سب گھر کا کاروبار
ماتم میں روؤں سب کے بنوں سب کی سوگوار
غربت میں جب سفر میرا دنیا سے ہوئیگا
رونا تو اسکا ہے کہ مجھے کون روئیگا

بے شمع کربلا میں جو قندیلِ دیں ہوئی
ظلمت ہر اک سمت محیطِ زمیں ہوئی
کعبے کی سمت فاطمہ مسند نشیں ہوئی
بیتاب روحِ مرشدِ روح الامیں ہوئی
غل تھا ستونِ عرشِ امامت گرادیا

میں جانتی تھی موت کا جب آئیگا پیام
یٰس پڑھیگا میرے سرھانے میرا امامؑ
ہوگا بڑا نمازِ جنازہ کا اہتمام
لاشے پہ آکے روئیں میرے اقربا تمام
بن باپ کی ہوں میں میرے کام آئینگے حسینؑ
اماں کی پائنتی مجھے دفنائینگے حسینؑ

دنیا میں تو علامتِ محشر تھی آشکار
مقتل میں ذوالجناحِ شہِ دیں تھا بے سوار
پھرتا تھا گردِ لاشۂ سید کے بار بار
جیسے پسر کی لاش پہ مادر ہو بے قرار
کہتا تھا اے حسینؑ کہاں تجھ کو پاؤں میں

جس دم چلے تھے خیمے سے تم سوئے قتل گاہ
میرے سُموں سے لپٹی تھی آ کر سکینہؑ آہ
میں رک گیا تھا پاسِ ادب سے میانِ راہ
مولا نے اُسکو پیار کیا اُس گھڑی وہ آہ

کہتے ہیں دفن شاہ نے اصغرؑ کو جب کیا
دفنایا اُسکی لاش کو تھا پھاڑ کر عبا
اور اُسکا کرتا زین پہ گھوڑے کے رکھدیا
یعنی کہ باتو جان لے اصغرؑ ہوئے فدا

خالی جو اب سکینہؑ کے آگے میں جاؤنگا
پوچھے گی وہ جو آپکو میں کیا بتاؤنگا

راہی جو گھر کو اسپ شہِ دیں پناہ ہوا
تھا زین پر وہ چھوٹا سا کرتا ڈھلا ہوا

زینب کھڑی تھی منتظر شاہِ کربلا
ناگاہ آئی پشت جو گھوڑا نظر پڑا
چھوٹا سا کرتا غرق بخوں تیروں پر دھرا
تیروں کے پھل تھے زین میں پیوستہ جا بجا

زینبؑ نے پوچھا تعزی یہ کیا ماجرا ہوا
اصغرؑ کو لے گئے تھے حسینؑ اُسکو کیا ہوا
جیتا ہے یا نشانۂ تیرِ جفا ہوا
گرتا ہے تیری زین پہ کِس کا لگا ہوا

تھا تنگ تو کٹا ہوا اُس خوش خرام کا
اور خاک پر لٹکتا تھا تسمہ لگام کا

بھیجا ہے تجھ کو شہؑ نے کفن کی تلاش کو
کیا بھائی دفن کرتے ہیں اصغرؑ کی لاش کو

ٹکرا کے سر کو خاک پہ بولا وہ رہوار
میں بے سوار ہوگیا مارا گیا سوار
کیا پوچھتی ہو بیکسیء شاہِؑ نامدار
جب کھائے زخم نوسدو پنجہ و یک ہزار

اُس وقت آ کے سینے پہ شمرِ لعیں چڑھا
خنجر رکھا گلے پہ تو کی چشم شہ نے آہ
کس بیکسی سے شاہؑ نے پانی طلب کیا
پانی دیا نہ شمر نے تو مجھ سے یہ کہا

اُسدم تمہارے بھائی کو غش آیا جو زین پر
مجھ سے کہا کہ ٹیک دے گھٹنے زمین پر

اے گھوڑے روکیو تو درِ خیمہ گاہ کو
زینبؑ نہ دیکھے یوں میرے حالِ تباہ کو

جب خلد میں پہنچے رفقائے شہِ بیجا
لٹنے لگا گلزارِ جنابِ اسد اللہ
دنیا سے گئے زینبِ ذیجاہ کے دو ماہ
روتے تھے انہیں شاہ کہ مارا گیا نوشاہ

دریا کے قریں تشنہ دہن بیٹے کا مرنا
کھائے ہوئے سینے پہ سناں بیٹے کا مرنا
سوکھی ہوئی دکھلا کے زباں بیٹے کا مرنا
اور ہائے ضعیفی میں جواں بیٹے کا مرنا

سیدھی نہ ہوئی جھک کے کمر سبطِ نبی کی

دو داغ ہیں یکساں جو جلاتے ہیں جگر کو

برباد جب مرقعہء خیر النسا ہوا سوکھی زباں حسینؑ تو سب کو دکھاتے تھے
یعنی قلم قلم چمنِ مرتضیٰ ہوا واں جبرئیل آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے
پھر اُقتل الحسین کا غل جا بجا ہوا یاں نیزہ کھا کے گھوڑے پہ شہ ڈگمگاتے تھے
سبطِ نبیؐ پہ نرغہء اہلِ جفا ہوا واں حاملانِ عرشِ بریں کانپ جاتے تھے

زہرا کا چاند شام کے بادل میں گھر گیا جنت میں تھا یہ حال رسولانِ نیک کا
خنجر قلق کا زہرا کے دل میں اتر گیا بے تیغ کٹ رہا تھا گلا ایک ایک کا

گھوڑے سے پھر زمیں پہ گرے شاہِ دیں پناہ زینبؑ نے بال کھول کے رن کو قدم بڑھائے
آیا سرہانے تیغِ بکف شمرِ رُوسیاہ سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے
بولا گلا کہ میں ہوں پیمبرؐ کی بوسہ گاہ زینبؑ پکاری ہائے میرے بھائی جان ہائے
بیٹھا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرح آہ بھیا پکار لو یہ بہن کس طرف کو جائے

اس ظلم سے جو چرخِ کہن کانپنے لگا بھیجوں کسے تلاش کو سب میرے مر گئے

کٹتی تھیں واں گلے کی رگیں کون دے جواب ہر بی بی بال کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی
ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب پر زوجۂ حسینؑ کو کچھ بن نہ آتی تھی
اے آسماں کہاں ہے حسینِؑ فلک جناب جب سر کے کھولنے کے لئے ہاتھ اٹھاتی تھی
اے آفتاب کیا ہوا زہراؑ کا ماہِ تاب تب دل ہی دل میں سوچ کے یہ کہتی جاتی تھی

کہہ اے فرات پیاسوں کا سلطاں کدھر گیا زینبؑ کہاں ہے اور شہِ عالی کو کیا ہوا
اے کربلا بتا تیرا مہماں کدھر گیا بارِ الٰہ بتا میرے والی کو کیا ہوا

زینبؑ پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں
ماں نے دلھن بنایا تھا بیوہ بناؤں میں
آؤ جبیں پہ خاک ملوں نتھ بڑھاؤں میں
مانگو دعا زمین پھٹے اور سماؤں میں

ہے ہے بچھڑ کے گورِ کنارے گئے حسینؑ

مومنو راوی جاں سوز یہ کرتا ہے رقم

دفن جب کر چکے اصغرؑ کو شہنشاہِ اممؑ
بولے اعدا سے میری زیست میں عرصہ ہے کم
اب تو خیمے میں بھی جانے کے نہیں قابل ہم

ابھی یہ کہہ نہ چکا تھا پسرِ شاہِ نجف
سو ہزار اہلِ جفا ٹوٹ پڑے تیغِ بکف
سب کمانداروں کے تیر اور دلِ شبیرؑ ہدف
گرد جلاد تھے اور بیچ میں زہراؑ کا خلف

علی اصغرؑ نہ ہو منہ بانوؑ کو دکھلاؤں میں
اب تو سر کاٹ لو دنیا سے گزر جاؤں میں

ہو کے بیہوش گرے جب شہِ دیں گھوڑے سے
ساتھ ہی کود پڑا شمرِ لعیں گھوڑے سے

آیا غصے میں قریں شاہؑ کے وہ بداختر
تیغ اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں کھینچے خنجر
بے ادب نے جو یہ چاہا کہ چڑھے سینے پر
شاہؑ چپکے سے یہ بولے کہ ٹھہر شمر ٹھہر

کہہ تو دوں آگے عمل اُس پہ تو کر یا نہ کر
شمر بولا کہ بھلا خیر کہو اے سرورؑ
کہا شہؑ نے کہ میں جب قتل ہوں زیرِ خنجر
قبلہ رُو لاش لٹا دینا اُڑھا کر چادر

سُن لے دنیا میں میرے بعد تجھے رہنا ہے
اور اتنا تو میری روح پہ احساں کرنا

الغرض قید بھی تُو کیجوء رانڈوں کو مگر — بیٹی اک تین برس کی ہے سکینہؑ میری آہ
منہ چھپانے کیلئے دیجیو اک اک چادر — دیکھ تو اسکو طمانچے نہ لگانا گمراہ
تیسرے فاقے سے ہیں سب حرمِ پیغمبرؐ — میں نے نازوں سے اسے پالا ہے خالق ہے گواہ
فاقہ تڑوائیو ان سب کا برائے داور — وہ جو روئے نہ گھڑکنا نہ گھڑکنا واللہ

پیاسے بچوں کو میرے پانی ذرا سا دینا — کل تلک تھی یہ میرے سینے پہ سونے والی
اور اگر پانی نہ دینا تو دلاسا دینا — آج ہے صاحبِ ماتم مری رونے والی

بغض مجھ سے تھا سواب میں تو زمانے سے چلا — شمر بولا کہ سکینہؑ کو بہت چاہتے ہو
رہا عابدؑ سو وہ بیمار ہے محتاجِ دوا — شہؑ نے فرمایا کہ ہاں سب سے ہے پیاری مجھکو
ہے ورم پاؤں پہ نازک ہے بہت اسکا گلہ — سنگدل بولا کہ بس خیر تم اب کچھ نہ کہو
طوق اور بیڑیاں بھاری نہ ہوں اے اہلِ جفا — میں نہیں سنتا سکینہؑ کی سفارش نہ کرو

پاس کرنا نہ میرا خوفِ الٰہی کرنا — میں طمانچہ اسے مارونگا گھڑک بھی دونگا

دھیان میں آپ کے کہنے کو نہ لاؤنگا میں — شاہؑ رونے لگے اور سینے پہ جلاد چڑھا
ننگے سر آلِ پیمبرؐ کو پھراؤنگا میں — آئی زینبؑ کی صدا ہائے برادر میرا
گھر تو کیا مسندِ شبیرؑ جلاؤنگا میں — خوف شہؑ کو ہوا زینبؑ کے نکل آنے کا
طوق اور بیڑیاں عابدؑ کو پنہاؤنگا میں — دیکھ کر شمر کو شہؑ نے سوئے خیمہ دیکھا

بے ردائی تو ہے ناموسِ پیمبرؐ کیلئے — لب نہ ہل سکتے تھے جو کہتے کہ جاؤ زینبؑ
تازیانہ ہے فقط عابدؑ مضطر کیلئے — ہاتھ اٹھا کر کہا ڈیوڑھی پہ نہ آؤ زینبؑ

الغرض شمر نے حلقوم پہ پھیرا خنجر
بال کھولے ہوئے زینبؑ نکل آئی باہر
پہنچی اس وقت مگر آ نکلے جب لاشے پر
جبکہ نیزے پہ چڑھاتا تھا عدو شاہؑ کا سر

روکے چلائی کہ میداں میں بھی آئی زینبؑ

قریبِ کوفہ جو رانڈوں کا کارواں آیا

کھلے سروں کے تماشے کو سب جہاں آیا
امامِ ہردوجہاں مثلِ ساربان آیا
زبانِ حال سے کرتا یہی بیاں آیا

بربِ کعبہ میرا جد ہے حیدرِ کرار
خدا کی راہ میں دی جس نے اشترونکی قطار
ہم آج کھینچتے ہیں اُشتر حرم کی مہار
نہ ہے بدن پہ عبا اور نہ سر پہ ہے دستار

نہ وہ طعام میں ہے ذائقہ نہ پانی میں
مزا ملا ہے جو رانڈوں کی ساربانی میں

گلوئے شاہ سے تلوار کا مزا پوچھے
مرے قدم سے کوئی خار کا مزہ پوچھے

چچا کو باپ کو بھائی کو میرے قتل کیا
ہمیں بخار ہے لیکن نہیں دوا و غذا
تمام راہ میں فاقے پہ فاقہ ہم نے کیا
پر اس پہ کہتے ہیں چل جلد جلد واویلا

لقب جہان میں اب بے پدر ہمارا ہے
یہ کنبہ بلوے میں سب ننگے سر ہمارا ہے
عجیب حال میانِ سفر ہمارا ہے
جہاں پہ بیٹھ گئے وہ ہی گھر ہمارا ہے

خدا کسی کو نہ ڈالے ستم میں اعدا کے

قضا کی جھولیوں میں سب نبیؐ کے پھول گئے

نبیؐ کی آل ہے بلوے میں آج ننگے سر — یہ بات عابدؑ بیمار نے جو فرمائی
ہر ایک انُ پہ حقارت سے کررہا ہے نظر — شُتر سے زینبؑ غم دیدہ تب یہ چلائی
پدر کی لاش پڑی ہے زمین کے اوپر — نثار تیری غریبی پہ ہو یہ دکھ پائی
سر انکا نیزہء خولی پہ ہے لہو میں تر — سنبھل سنبھل کے چلواے پدر کے شیدائی

پدر نہیں جو ہماری مدد کو آئیگا — ہجومِ عام میں سر ننگے ہم کو لائے ہیں
خدا ہی ہم کو اب اس قید سے چھڑائیگا — ستم کی فوج نے کانٹے یہاں بچھائے ہیں

اب اسطرح سے روایت میں مومنو ہے رقم — ہمیں بتاؤ کہ پھٹتی ہماری چھاتی ہے
کہ پہنچے جب درِ کوفہ کے پاس اہلِ حرم — کہ اس شہید سے بوئے قرابت آتی ہے
لٹک رہی تھی وہاں لاشِ مسلمِ پرُغم — یہ لاش ہم کو غریبی عجب دکھاتی ہے
نگاہ پڑگئی زینبؑ کی اُس پہ ہائے ستم — پھپھی بتاؤ سکینہؑ کی جان جاتی ہے

کہا سکینہ نے رو کہ جی تڑپتا ہے — قسم خدا کی نہیں دل کو چین ہے اماں
کس شہید کا لاشہ پھپھی لٹکتا ہے — بیکسی میں مثالِ حسینؑ ہے اماں

پھپھی سے کی یہ سکینہؑ نے جس گھڑی تقریر — جنابِ عابدِ بیکس نے بھی یہ رو کے کہا
تو سر کو پیٹ کے بولی یہ زینبِؑ دلگیر — خدا کے واسطے کھولو ہمارے ہاتھ ذرا
کہ کس طرح سے نہ احوال ہو ترا تغیر — چچا کی لاش کو سجادؑ بھی کرے پرسا
پھوپھی نثار یہی ہے ہراولِ شبیرؑ — یہ سن کے لاشہءِ مسلمؑ بھی ہائے کانپ گیا

سوائے شکرِ الٰہی نہ کچھ کلام کرو — کہا پکار کے زین العباؑ سلام علیک
چچا کی لاش ہے صدقے گئی سلام کرو — یتیمِ سبطِ رسولِ خدا سلام علیک

کہا یہ زینبؑ بیکس نے لاشِ مسلمؑ سے — صدا یہ لاشہءِ مسلمؑ سے آئی اے خواہر
تمہارے دیس میں آئی ہوں بھائی جاں پھر کے — تمہارے پائے مقدس ہماری آنکھوں پر
میں سر برہنہ ہوں چادر کوئی اڑھاؤ مجھے — ہزار حیف کہ بھائی ہوئے تہہ خنجر
تمہارے بھائی مع اقربا کے قتل ہوئے — قلق ہے روح کو بہنا چھپاؤ اپنا سر

تباہ حال ہے مشکل کشا کی جائی کا — کہاں سے لائے ردا بھائی تجھ بہن کیلئے

عزیزو بیوہءِ مسلمؑ نے جب یہ حال سنا — صدا یہ لاش کے حلقِ بریدہ سے آئی
پکاری اے میرے والی یہ ظلم تم پہ ہوا — کہ موت کھینچ کے ہم کو تھی اس جگہ لائی
رقیہؑ دخترِ مسلمؑ نے بھی با آہ بکا — مرے بھی دل میں ہے فرقت نے آگ بھڑکائی
دکھا کے خاک بھرے بال لاش سے یہ کہا — پر اپنے بس میں نہیں ہے تمہارا شیدائی

لگاؤ سینے سے دل کو غمِ جدائی ہے — فدا ہوا تیرا بابا شہِ مدینہ پر
یتیم آپ کی بابا رقیہؑ آئی ہے — بلائیں لے کہ تُو قربان ہو سکینہؑ پر

عزیزو حادثہءِ نو سنو بغور ذرا
کہ جس گھڑی درِ کوفہ میں شہؑ کا سر پہنچا
مع سناں سرِ شبیرؑ معجزے سے جھکا
ہر ایک زخمِ بدن چوم چوم کر یہ کہا

تمہارے بعد گلا ہم نے بھی کٹایا ہے
تمہاری لاش سے ملنے حسینؑ آیا ہے

تنہا شبِ فرقت میں بکا کرتی تھیں صغراؑ
دن آمدِ اکبرؑ کے گنا کرتی تھیں صغراؑ
جینے کی نہ صحت کی دعا کرتی تھیں صغراؑ
زہراؑ کی لحد سے یہ کہا کرتی تھیں صغراؑ

بیمار کو بیکس کو مسیحا سے ملا دو
صدقے گئی دادی مجھے بابا سے ملا دو

(2)
جب مرقدِ زہراؑ سے یہ کہتی تھی وہ دکھیا
ہوتی تھی صدا قبرِ پیمبرؐ سے یہ پیدا
دادی ہے کہاں جس سے یہ تو کہتی ہے صغراؑ
شبیرؑ کے ہمراہ لحد سے گئی زہراؑ

رونا ہے تیری دادی کو لاشے پہ پسر کے
اب آئیگی شبیرؑ کا چالیسواں کرکے

(3)
اسطرح سے اب راویءِ صادق نے ہے لکھا
تشویش میں جب چاند محرم کا بھی گزرا
پردیسیوں کا نامہ و پیغام نہ پہونچا
اک لڑکی نے ایک روز کہا آکے کہ صغراؑ

کیا روتی ہے دل شاد ہو بابا تیرا آیا
اے فاطمہؑ بیمار مسیحا تیرا آیا

(4)
پھر بازوؤں کو تھام کے بیکس کو اٹھایا
اور مادرِ عباسؑ کو بھی پاس بلایا
بیمار کو دروازے پہ لیجاکے بٹھایا
صغراؑ کو مدینے میں تلاطم نظر آیا

دیکھا کہ ہم کوچوں میں سب چھوٹے بڑے ہیں
سب آمدِ شبیرؑ کے مشتاق کھڑے ہیں

اک غول ہوا دور سے ناگاہ نمودار
تھی جسمیں صدا ہائے حسیناؑ کی ہر ایک بار
اُس غول کے حلقے میں بشیرِ جگر افگار
یہ مرثیہ پڑھتا ہوا آتا ہے با تکرار

اے اہلِ وطن چین سے کیا بیٹھے ہو گھر میں
گھر لُٹ گیا احمدؐ کے نواسے کا سفر میں

(6) ظاہر تھے مدینے میں تو یہ حشر کے آثار
جو اونٹ ہوئے آلِ پیمبرؐ کے نمودار
غل پڑ گیا لو آئی ہے وہ عطرتِ اطہار
وہ اونٹ پہ سجادؑ بھی سر ننگے ہے اسوار

وہ زین ڈھلا گھوڑا ہے فرزندِ نبیؐ کا
دیکھو وہ علم آتا ہے عباسِؑ علیؑ کا

(7) اک عماری کا ہوا آہ نمودار
تھے جسکی مہار آپ لئے عابدِ بیمارؑ
انبوہِ خلائق جو سوا ہوتا تھا ہر بار
سجادِؑ حزیں کرتے تھے اک اک سے یہ گفتار

اِس اونٹ سے مل کر نہ چلو بے ادبی ہے
یہ اُشتر بانوئے حسینؑ بنتِ علیؑ ہے

(8) ناگاہ شتربانوئے مغموم گیا تھم
سجادؑ کو محمل سے پکاری وہ بصد غم
اس بھیڑ کو سرکاؤ کہ رکتا ہے میرا دم
روضے پہ محمدؐ کے مجھے لیچلو اس دم

کیا وجہ سواری میری اس جا جو کھڑی ہے
بولا کوئی صغراؑ بیمار بے ہوش پڑی ہے

بانوؑ نے کہا لوگو میرا اونٹ بٹھادو
بچھڑی ہوئی بیٹی کو گلے میرے لگادو
دل ڈھونڈ رہا ہے میرا اصغرؑ کو دکھادو
عابدؑ تمہیں پردہ میری محمل کا ہٹادو
میں سنتی ہوں آواز مجھے دیتی ہے صغراؑ
11 تم کہدو بلائیں تیری ماں لیتی ہے صغراؑ

10 القصہ شتربانوں نے واں اونٹ بٹھائے
اور محمل و ہودج سرِ دروازہ لگائے
بانوؑ جو اترنے لگیں گردن کو جھکائے
سجادؑ پکارے نہ یہاں اب کوئی آئے
بیوہ شہِؑ بیکس کی اترتی ہے مجبو
12 مادر علیؑ اکبرؑ کی اترتی ہے مجبو

کچھ عورتیں روتی ہوئی واں آئیں کھلے سر
اور واسطے پردے کے لگیں روکنے چادر
دل بانوؑ کا بھر آیا لگی کہنے یہ رو کر
جس سے میرا پردہ تھا چلا اُس پہ تو خنجر
بے وارثی ہوں بیوہ و مغموم و حزیں ہوں
پردہ نہ کرو پردے کے قابل میں نہیں ہوں

زینبؑ کے اترنے کی وہاں آئی جو باری
منہ اپنا سوئے کرب و بلا کرکے پکاری
اے بھائی کہاں ہو میں تمہارے گئی واری
تم آکے اتارو تو بہن اترے تمہاری
ہو دور مگر صاحبِ اعجاز بڑے ہو
آؤ یہاں اور روک کے چادر کو کھڑے ہو

زینبؑ کو صدا روحِ برادر کی یہ آئی
خواہر تیرے ہمراہ یہاں آیا ہے بھائی
موجود ہے یاں روحِ شہِ کرب و بلائی
تم شوق سے اترو اسداللہ کی جائی
سب جانتے ہیں صاحبِ عصمت تو بڑی ہے
مادر میری رو کے ہوئے پردے کو کھڑی ہے

جب شام کے زنداں میں شہیدوں کے سر آئے
سب بیبیوں نے پیاروں کے سر دل سے لگائے
لیکن دلِ زینبؑ پہ رہے فرض کے سائے
رکھے رہے سر بچوں کے اُس نے نہ اٹھائے
اُس وقت بھی شبیرؑ کا آغوش میں سر تھا
یہ حق کے مبلغ کیطرف حق کا سفر تھا

آخر جب اسیروں کو ملا حکمِ رہائی
زینبؑ نے صفِ ماتمِ مظلوم بچھائی
ذکرِ غمِ شبیرؑ کی بنیاد بنائی
قاتل ہی کے گھر مجلسِ مقتول سجائی
یہ ذاکرہ یوں رازِ ستم کھول رہی تھی
زینبؑ نہ تھی خود کرب و بلا بول رہی تھی

یہ مجلسِ اول تھی شہِؑ جن و بشر کی
یہ پہلی کرن شام میں پھوٹی تھی سحر کی
اِس ذکر سے تطہیر ہوئی فکر و نظر کی
تبلیغ کی یہ پہلی مہم ذکر نے سر کی
کچھ ایسے سلیقے سے یہ بنیاد پڑی ہے
صدیوں کے ستوں گر گئے تعمیر کھڑی ہے

سر کرلیا جب شام کی تاریخ ادا کو
یہ قافلہء درد چلا کرب و بلا کو
مل سکتی تھی اب دادِ وفا اہلِ وفا کو
آنکھوں سے لگانا تھا مزارِ شہداء کو

یہ قافلہ پہنچا جو سرِ مقتلِ شبیرؑ
دیکھا جو مزاروں کو تو سینے میں لگے تیر
نظروں میں ابھر آئی فدا کاروں کی تصویر
اب مرقدِ شبیرؑ تھا اور زینبؑ دلگیر

سرورؔ کو سنانا تھا کہ تا شام ہوا کیا
سالار سے کہنا تھا کہ نائب نے کِیا کیا

یوں جذبے نظر ساعتِ قتلِ شہِ دیں تھی
اک خون کا دریا تھا فلک تھا نہ زمیں تھی

کہتی تھی کہ آئی ہے بہن دیکھ لو بھیا
بازو پہ نشاناتِ رسن دیکھ لو بھیا
اجڑا ہوا زہراؑ کا چمن دیکھ لو بھیا
لائی ہوں شہیدوں کے کفن دیکھ لو بھیا

پھر کرنے لگی کوفے کے بازار کی باتیں
طوق و رسن و عابدِ بیمارؑ کی باتیں
رُسوائیوں کی شام کے دربار کی باتیں
زنداں کے سلگتے در و دیوار کی باتیں

بھیا دلِ غمدیدہ کی فریاد تو سن لو
جو گزری ہے سرِ شام وہ روداد تو سن لو

ذکر آیا سکینہؑ کا جو زنداں کے بیاں میں
بھرا گئی آواز وہ لُکنت تھی زباں میں

تھرا گئی تربت بھی سکینہؑ کے بیاں پر
اور اشکوں سے زینبؑ کے زمیں ہوتی رہی تر
بھائی سے بس اتنا کہا شرمندہ ہے خواہر
اے بھائی کفن تک نہ ہو اُسکو میسر

کہتی تھی یہ رورو کے اِدھر زینبؑ مضطر
روتی تھیں اُدھر بیبیاں پیاروں کی لحد پر
دو تربتیں اشکوں سے مگر ہو نہ سکی تر
زینبؑ نے سنا کہتی ہوں ماں جیسے یہ رو کر

رورو کے تھکی اتنی کہ چُپ ہوگئی بچی
جس گوشے میں بیٹھی تھی وہیں سوگئی بچی

کس یاس سے تکتے ہیں تجھے دیر سے زینبؑ
ان بچوں کو بھی ایک نظر دیکھ لے زینبؑ

سر اپنا پیٹ کے فضہ سے ہندہ نے پوچھا
ارے بتا تو سہی کیا حسینؑ قتل ہوا
جبھی تو خواب میں زہراؑ کو ننگے سر دیکھا
وہی حسینؑ وہی ہے یہ دخترِ زہراؑ

پکاری فضہؑ زباں بند کر تو اے کج خو
مجال ہے یہ کسی کی جو لوٹے زینبؑ کو
ذرا تو غور سے اے بی بی تم بھی تو دیکھو
حسینؑ بھائی ہو عباسؑ جسکا بھائی ہو

غضب ہوا شہِ والا سے چھٹ گئی زینبؑ
حسینؑ قتل ہوئے اور لٹ گئی زینبؑ

وہ بی بی قید میں بلوے میں جائے عبرت ہے
بہن حسینؑ کی ہو برپا قیامت ہے

پکاری ھند کہ اچھا نہ حال بتلاؤ
میں ہاتھ جوڑتی ہوں کچھ تو دیر فرماؤ
کہا کنیزوں سے حاکم تلک ذرا جاؤ
وہ سر جو طشت میں رکھا ہے جلد لے آؤ

یہ سن کے چند کنیزیں ہوئیں روانہ اُدھر
اور اس طرف دلِ زینبؑ پہ چل گیا خنجر
سنا سکینہؑ نے آتا ہے یاں سرِ سرور
کہا یہ ھند کی بیٹی سے بادلِ مضطر

کہو یزید سے واپس جو ہو کے آؤنگی
قسم حسینؑ کی اِس سر کو ساتھ لاؤنگی

وہ سر جو آئے تو تم اپنی ماں سے لے لینا
بہن خدا کیلئے تم وہ مجھ کو دے دینا

یہ ذکر تھا کہ کنیزوں کا اژدھام آیا
سرِ حسینؑ لیے شمرِ زیست کام آیا
پکاری بنتِ علیؑ موت کا پیام آیا
بہن کا نام بتانے سرِ امامؑ آیا

سرِ حسینؑ جو آیا محل میں مثلِ ماہ
پکاری ھند کہ کیا شکل ہے سبحان اللہ
لو آؤ قیدیو اب دیکھو قدرتِ اللہ
صدا یہ سر سے سنی لا الہ اللہ

کنیزوں نے سرِ سلطانِ مشرقین رکھا
حضور ھند کے لاکر سرِ حسینؑ رکھا

بہن کہاں ہو نہ شرماؤ گو یہ ذلت ہے
خدا کی راہ میں بے پردگی بھی عزت ہے

صدا یہ سنتے ہی آئی بتولؑ کی جائی
قریب ھند کے آ کر یہ بات فرمائی
حسینؑ ذبح ہوئے اور میں قید میں آئی
چھپاؤں کیا کہ بتاتے ہیں خود مجھے بھائی

یوں رقم کرتا ہے اب راویٔ مغموم و حزیں
ایک دولھا لئے جاتا تھا برات اپنی کہیں
وہبِ کلبی تھا لقب تھا وہ غلامِ شہِ دیں
دور سے اسکو نظر آگئی مقتل کی زمیں

لے بی بی فاطمہؑ کے نورِ عین کا پرسہ
میں تجھ کو دیتی ہوں بھائی حسینؑ کا پرسہ

دل پہ شبیرؑ کے ماتم کا اثر ہونے لگا
دیکھ کر گنجِ شہیداں کی طرف رونے لگا

اک زمیندار کھڑا تھا یہ کیا اُس سے کلام
کسکی یہ فوج ہے اور کسکے یہ لاشے ہیں تمام
یہ جو زخمی ہے کھڑا لاشوں میں کیا اسکا ہے نام
رو کے وہ شخص پکارا کہ ہے رونے کا مقام

اور یہ مظلوم جو کھاتا ہے کھڑا نیزہ و تیر
ہے نبیؐ ابنِ نبیؐ اور امیر ابنِ امیر
وطن آوارہ مصیبت زدہ بیکس دلگیر
ہے یہی تین شب و روز کا پیاسہ شبیرؑ

ہیں یہ جلاد جو کھینچے ہوئے شمشیریں ہیں
اور زہراؑ کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

اب تلک صبح سے لوٹا گیا باغِ زہراؑ
اب یہ بے رحم بجھاتے ہیں چراغِ زہراؑ

یوں تو یاں ایک سے ایک ظلم ہوا شہؑ پہ سوا
تین صدموں میں مگر صبر کا یارا نہ رہا
اک جواں اسکا بھتیجا تھا حسنؑ کا بیٹا
شب کو وہ دولھا بنا صبح شہیدوں میں ملا

اسکے مرنے کی خبر شہؑ نے جو پہنچائی تھی
ماں دلھن کو لئے سر ننگے نکل آئی تھی

دوسرا غم ہے کہ اک بھائی تھا اسکا صفدر
جب سے وہ مر گیا سیدھی نہیں ہوتی ہے کمر
اب بھی روتا ہے اسے ہائے برادر کہہ کر
بے کفن لاش وہ اُسکی ہے پڑی دریا پر

ابھی وہ لاش عجب درد سے تھرائی تھی
لڑکی اک ہائے چچا کہہ کے جو چلائی تھی

تیسرا حادثہ میں کیا کہوں پھٹتا ہے جگر
اسکا ایک بیٹا تھا اٹھارہ برس کا اکبرؑ
برچھیوں سے ابھی مارا گیا رن میں وہ پسر
ہیف ہے دفن ہوئی رات کو جسکی مادر

غمِ اکبرؑ میں اسے کیا کہوں کیونکر دیکھا
سب نے میدان میں زینبؑ کو کھلے سر دیکھا

عزیزو شام کے زنداں میں جب حرم آئے

عجیب شان سے وہ کشتۂ الم آئے
حیا کے مارے کئے گردنوں کو خم آئے
قدم قدم پہ اٹھاتے غم و الم آئے

وہ قید خانہ وہ ذریتِ رسولِ خداؐ
سوائے کجروی ء چرخ اور کہیے کیا
گزر کے دن جو شب آئی تو اور قہر ہوا
سکینہؑ روکے پکاری کدھر گئے بابا

بلا کشوں نے مکاں رہنے کو وہ پایا تھا
بجز فلک نہ شجر کا بھی کوئی سایہ تھا

اندھیرے گھر میں میری جان نکلی جاتی ہے
نہ نیند آتی ہے مجھکو نہ موت آتی ہے

کوئی ذرا میرے بابا سے کہدے یہ جاکر
سکینہؑ مرتی ہے حضرت کو کچھ نہیں ہے خبر
چلے گئے ہیں چچا جان میرے ہائے کدھر
ذرا سکینہؑ کا احوال دیکھیں تو آکر

بلائیں لیکے یہ کہتی تھی بانوئے پرغم
ہماری گود میں آؤ سلائیں تم کو ہم
وہ روکے کہتی تھی اماں تمہیں خدا کی قسم
ہمارے کانوں کو دیکھو تو کس قدر ہے ورم

پڑی ہوں خاک پہ تکیہ ہے اور نہ بستر ہے
گلے کے درد سے کس طرح مجھ کو نیند آئے

خبر یہ بنتِ یداللہ نے سنی جس دم درِ خرابہ پہ پہنچی جو ہندِ نیک سیر
کہ ہند آتی ہے زندان میں بہ جاہ و حشم تو اسکی لونڈیوں نے دی صدا یہ بڑھ بڑھ کر
ردا کہاں تھی چھپاتی جو سر وہ کشتۂ غم اسیرو بیٹھے ہو کیا بیڑیوں پر رکھے سر
یہ کہکے اُس نے ملی خاک منہ پہ ہائے ستم حضور دیکھیں گی تم لوگ جلد آؤ ادھر

نبیؐ سا نانا ہو جس کا علیؑ پدر ہوئے ردائیں دینگی تمھیں اور مال و زر دینگی
غضب ہے قید میں وہ بی بی ننگے سر ہوئے یقین ہے کہ رہا قید سے بھی کردینگی

خواصیں پیچھے ہٹیں اور بڑھی وہ نیک سیر یہ حال دیکھ کے دل ہند کا ہوا بے چین
بروئے خاک نظر آئی اُس کو اک دختر بلائیں لیکے کہا کس کی تم ہو نور العین
گلے میں اُس کے پھٹا کرتہ ہے لہو میں تر یہ کیا زمین پہ لکھتی ہو تم بہ شیون و شین
زمیں پہ انگلی سے لکھتی ہے کچھ وہ خستہ جگر سکینہؑ پیٹ کے کہنے لگی حسینؑ حسینؑ

بلائیں لیتی ہے اور اشکبار ہوتی ہے میں کیا بیان کروں میرا دم نکلتا ہے

عابد کو جب یزید سے بابا کا سر ملا

سر کیا ملا کہ مرہمِ زخمِ جگر ملا
مدت کے بعد باپ کے سر سے پسر ملا
ماہِ صفر میں شام سے حکمِ سفر ملا

بہنوں نے باری باری لیا گود میں وہ سر
زینبؑ نے ہونٹ دکھدئے بھائی کے ہونٹ پر
دریا بہا کے اشک کے بولی وہ نوحہ گر
بھیا پھری ہے آپکی ہمشیر در بہ در

دیکھا جو اہلبیتؑ نے فرقِ جناب کو
تاروں نے آکے گھیر لیا ماہ تاب کو
جس روز سے جدا ہوئی میں دم سے آپ کے
نیزوں سے پشت زخمی ہے دل غم سے آپ کے

بھیا ہماری تم کو خبر ہے کہ یا نہیں
بھیا ہمارے سر سے ردائیں اتار لیں
بھیا تمہاری بہنیں یہاں رسی میں بندھیں
بھیا تمہاری بیٹی کے ہیں سیلیاں لگیں

دسواں بھی بیسواں بھی ہوا قید ہی میں ہائے
بھیا تمہارا فاتحہ بھی ہم نہ کرنے پائے
کتنا کہا کہ یاں کوئی بھائی کے سر کو لائے
پر کیا شقاوت انکی یہ خواہر تمہیں بتائے

خنداں ہمارے حال پہ اسدم شریر تھے
جب فاتحہ کا آپکے ہم نام لیتے تھے

جسدم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا
سہ پارہ دل کا آہوں سے زیر و زبر ہوا
سم کا جو روئے پاک پہ ظاہر اثر ہوا
حال اس امامِ پاک کا اسدم دیگر ہوا

راحت میں فرق اور شکم میں خلل پڑا
کٹ کر کلیجہ طشت کے اندر نکل پڑا

بستر پہ دردِ دل سے تڑپنے لگے امام
صدمے سے سبز ہونے لگا روئے سرخ فام
چلائے ہاتھ سے یہ کلیجے کو تھام تھام
دوڑو بہن کہ وقت ہمارا ہوا تمام

یہ کہتے کہتے زرد رخِ پاک ہوگیا
چلاتے تھے کہ ہائے جگر چاک ہوگیا

دوڑیں جنابِ زینبؑ بیکس برہنہ پا
دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبیٰؑ
بولی یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا
ہے ہے بہن نثار ہو بھائی یہ کیا ہوا

کیا پھر کسی نے زہر دغا سے پلا دیا
کس نے میرے کلیجے پہ خنجر پھرا دیا

تکیہ لگا رہے تھے حرم جو ادھر اُدھر
بازو کو تھام لیتی تھیں کوئی تو کوئی سر
فرمایا لاؤ طشت ہوا زہر کا اثر
رہ رہ کے کوئی کاٹتا ہے تیغ سے جگر

بڑھتا تھا جب کہ درد جگر میں امامؑ کے
جھکتے تھے بار بار کلیجے کو تھام کے

آئے حسینؑ اتنے میں باچشمِ اشکبار
چلاتے تھے کہ آپکی غربت کے میں نثار
شبر گلے کو چوم کے کہتے تھے بار بار
میں تم پہ صدقے اے میرے نانا کے یادگار

بھیا تمہار گود میں نکلے گا میرا دم
تم دوگے ہم کو غسل و کفن جب مرینگے ہم
ہوگا تمھارے پاس نہ کوئی بجز الم
قاتل سرہانے ہوئیگا یا خنجرِ ستم

مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئینگے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئینگے

شبر تو بعدِ برگ بھی راحت سے سوئیگا
لاشہ تمہارا گھوڑوں سے پامال ہوئیگا

دردِ جگر سے غش ہوئے شاہِ فلک جناب
غمگیں تو تھے حسینؑ ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روحِ احمدؐ و زہراؑ و بوترابؑ
واں آسماں پہ ہوگئے باغِ جناں کے باب

پہنچا جو شہرِ کوفہ میں رانڈوں کا قافلہ
حاکم کے فتح پانے کا اک جشن تھا بپا
بجتے تھے شادیانے مسلسل جگہ جگہ
تھی سر برہنہ بی بیاں بیمار ننگے پا

سر پیٹو مومنو کہ قضا کرگئے حسنؑ
بن بھائی کے حسینؑ ہوئے مرگئے حسنؑ

اک دوسرے سے مل کے عدو شاد ہوتے تھے
زینبؑ کی سمت دیکھ کے سجادؑ روتے تھے

مسکن تھا شہرِ کوفہ میں امِ حبیبہ کا
عاشق تھی وہ حسینؑ کی زینبؑ پہ تھی فدا
شوہر کسی مہم پہ تھا اسکا گیا ہوا
رہتی تھی روزوشب وہ اسی غم میں مبتلا
کچھ عورتوں نے آکے کہا قیدی آتے ہیں
چل تو بھی لوگ انکے تماشے کو جاتے ہیں

بیٹھی تھی اک ضعیفہ اسیروں میں باوقار
اک پیاسی بچی گود میں روتی تھی زار زار
بچی ضعیفہ سے یہی کہتی تھی بار بار
اِن سے سوالِ آب کروں کیا میں سوگوار
سن کر حبیبہ نے کہا میں پانی لاتی ہوں
نامِ حسینؑ بچی کو پانی پلاتی ہوں

جام ایک لا کے اُس نے سکینہؑ کو جب دیا
زینبؑ پکاری حق میں کرو اس کے تم دعا
بولیں سکینہؑ بی بی بتا دل کا مدعا
اُس نے کہا کہ فتح ہو شوہر کی یا خدا
بولیں سکینہؑ یہ کہ دعا مستجاب ہو
شوہر اگر ہو حق یہ تیرا فتحیاب ہو

سر کو جھکا کے امِ حبیبہ نے پھر کہا
ہوجاتی ہے قبول یتیموں کی سب دعا
بچے میرے یتیم نہ ہوں صدقہ زہراؑ کا
اُنکو مصیبتوں سے بچائے بچے خدا
کی یہ دعا سکینہؑ نے بچے کریم ہوں
فرزند مومنہ کے نہ یارب یتیم ہوں

پھر اُس نے رو کے بالی سکینہؑ سے عرض کی
اے بی بی اب تو دل کی تمنا ہے بس یہی
عرصے سے شاہزادی سے اپنی نہیں ملی
دیکھوں جو میں تو اُن کو کھلے دل کی یہ کلی

پھر اُس نے اُن کے گوشِ مبارک میں یہ کہا
زینبؑ ہے نام فاطمہ زہراؑ کی بیٹی کا
یارب رہے بتول کی شہزادی خوش صدا
سر پر ہمیشہ سایہ ہو اُنکے حسینؑ کا

زینبؑ نے پوچھا بی بی کا کیا تیرے نام ہے
منہ پیٹ کر وہ بولی حیا کا مقام ہے

زینبؑ نے پوچھا کیا اُنہیں پہچانتی ہو تم
یہ تو بتاؤ کب سے اُنہیں جانتی ہو تم

چہرے سے بال ہٹا کے یہ بولی وہ نوحہ گر
امِ حبیبہ تجھ کو ہماری نہیں خبر
کرب و بلا میں قتل ہوئے شاہِ بحر و بر
زینبؑ ہے تیرے سامنے بلوے میں ننگے سر

مظلومیت سے رو کے یہ سجاد نے کہا
حاکم کی گر خوشی ہے تو پھر عذر ہمکو کیا
بازاروں میں تو پھر چکے بے مقنع و ردا
آساں کریگا مشکلِ دربار بھی خدا

جی بھر کے شاہزادیء یثرب کو دیکھ لے
ہو کر اسیر آئی ہے زینبؑ کو دیکھ لے

حاضر ہیں لے چلو ہمیں ہمراہ لے چلو
سر پر نہیں حسینؑ جہاں چاہو لے چلو

کچھ اب بھی اوڑھنے کے لئے دو گے یا نہیں
حاکم کا سامنا ہے سروں پر ردا نہیں
لائے ہو اپنے شہر میں کچھ بھی حیا نہیں
کیسے عرب ہو تم کو حمیت ذرا نہیں
سیدانیوں کو کچھ تو مدارات چاہئے
چادر بجائے ھدیہ و سوغات چاہئے

وہ بولے اب قبول کوئی التجا نہیں
بے بے حیا ہے پر ہمیں تم سے حیا نہیں
حاکم کے دشمنوں پہ تراحم روا نہیں
کچھ تم کو احتیاجِ لباس و غذا نہیں
بوسیدہ وارثوں کے لہو سے جبیں تو ہے
چہروں پہ خاک اور لگا لو ذمیں تو ہے

رانڈیں پکاری سچ ہے حقیقت میں ہے یونہی
پر اپنا منہ تو خاک کے قابل بھی اب نہیں
یہ وقت وہ ہے ہم سے کنارہ کرے زمیں
پیوندِ خاک کیوں نہ ہوئے پیشِ شاہِ دیں
منظور ہے ہمیں کہ سروں پر ردا نہ ہو
سر ننگے ہی چلیں گے ہم اچھا خفا نہ ہو

پر اتنا ٹھرو وارثوں کے سر سے پوچھ لیں
شاہِ امم کے فرقِ منور سے پوچھ لیں
عباس ابنِ حیدرِ صفدرؑ سے پوچھ لیں
دربار جانے کو علی اکبرؑ سے پوچھ لیں
مردہ نہ سمجھو انکو یہ حیدر کے پیارے ہیں
مختار ہم نہیں ہیں یہ مالک ہمارے ہیں

نیزوں پہ نصب تھے جو شہیدوں کے سر تمام
زینبؑ نے بڑھ کے بھائی کے سر کو کیا کلام
چلائے اے ذبیحِ خدا شاہِ تشنہ کام
مرضی ہے کیا حضور کی کہتے ہیں کیا امام
جاؤں نہ جاؤں سیدِ ذیجاہ کیا کروں
اب سامنا یزید کا ہے آہ کیا کروں

نامِ یزید سنکے یہ بچے دہلتے ہیں
سجاد سر جھکائے ہوئے ہاتھ ملتے ہیں
بولو حسینؑ بولو کہ اب دم نکلتے ہیں
آئی ندا کہ تم بھی چلو ہم بھی چلتے ہیں
اِسدم جو سر کھلے سرِ دربار جاؤ گے
امت کے بخشوانے کو محشر میں جاؤ گے

زنداں سے جب چلے سوئے دربارِ اہلبیتؑ
مظلوم اہلبیتؑ دل افگار اہلبیتؑ
زنجیر و طوق میں تھے گرفتار اہلبیتؑ
آفت نصیب بے کس و لاچار اہلبیتؑ
کچھ عورتیں ہیں اور کئی بچے صغیر ہیں
[illegible]

یارو میں کس زباں سے سناؤں وہ ماجرا
کس طرح شمر کھینچ کے ان سب کو لے چلا
زینبؑ کو پیشِ تختِ ستمگر کھڑا کیا
حاکم نے مسکرا کے یہ زینبؑ سے پھر کہا
بیعت نہ کی حسینؑ نے میری تو کیا ہوا
برباد خاندانِ رسولِ خدا ہوا

یہ سن کے بنتِ فاطمہؑ کو آ گیا جلال
بولیں کہ او یزید زباں اپنی تو سنبھال
ہوتا اگر رضا پہ نہ راضی علی کا لال
پھر اسکے سر کو کاٹتا کوئی بھی کیا مجال
گھر کو لٹا کے عشقِ الٰہی میں مر گئے
جو عاشقوں کا کام تھا شبیرؑ کر گئے

زینبؑ یہ کہہ رہی تھی کہ ناگاہ غل اٹھا
ہندہ محل سے آتی ہے بے مقنع و ردا
گھبرا کے اپنے تختِ سے حاکم کھڑا ہوا
ہندہ بھی آن پہونچی بصد نالہ و بکا
تھرا گیا یزید کو خجلت بڑی ہوئی
زینبؑ کے آگے آ نکے ہندہ کھڑی ہوئی

پہلے تو خوب چہرہ ء زینبؑ پہ کی نظر
پھر آہِ سرد بھر کے یہ بولی بچشمِ تر
اے بے نصیب بی بی اٹھاؤ زمیں سے سر
کچھ اپنا حال مجھ کو سنا دوست جانکر
کیا درد ہے جگر میں جو بے چین ہوتی ہو
اے بی بی کس غریب کے ماتم میں روتی ہو

ہندہ قدم پکڑ کے یہ بولی با اشک و آہ
یہ انکسار صاف شرافت کا ہے پتہ
ہے نقش میرے دل پہ کہ تم سب ہو بے گناہ
مقبولِ ذوالجلال ہو در حال ہے تباہ
سردارِ قوم یا کوئی عالی وقار ہو
اور یا کسی رسول کے تم رشتے دار ہو

اس گفتگو نے کردیا زینبؑ کو بیقرار
زینبؑ سے پوچھتی ہے تُو زینبؑ کی کیا خبر
غش کھا کے گر پڑی نہ رہا دل پہ اختیار
زینبؑ یہی ہے غش جو پڑی ہے زمین پر
بانو پکاری تھام زباں ہند دل فگار
اکبر کے بیاہ کا میرے آگے نہ ذکر کر
بانو میں ہی ہوں زوجۂ شبیرؑ نامدار
بن بیاہ نامراد ہوا قتل وہ پسر
خنجر گلے پہ نائبِ حیدرِ کے دھر دیا
اک بیٹا چھ مہینے کا بے گور بن میں ہے
شوھر نے تیرے بی بی مجھے بیوہ کردیا
سجادؑ بچ گیا تھا تو طوق و رسن میں ہے

ہندہ نے دل پکڑ لیا اور رو کے یہ کہا
لائیں خواصیں جا کے ردائیں بصد حجاب
فریاد گھر جنابِ محمدؐ کا لُٹ گیا
زینبؑ کے آگے لے گئیں ہندہ جگر کباب
پھر رو کے اک خواص سے بولی وہ باوفا
بولیں یہ ہدہ لائی ہوں اے بنتِ بوترابؑ
تُو جا کے چادریں میرے گھر سے اٹھا کے لا
تم اوڑھ لو انہیں تو میں ہوں داخلِ ثواب
نا محرموں میں آلِ رسالتمآب ہیں
اپنا سمجھ کے مجھ سے ردائیں یہ لیجئے

زینبؑ کو پھر اڑھانے لگیں آپ وہ ردا
زینبؑ کو عرق آگیا بولیں کہ ٹھہر جا
بھائی کے سر سے پوچھ لوں مرضی ہے انکی کیا
چادر کے لینے سے کہیں بھائی نہ ہوں خفا

ہندہ یہ سنکے رونے لگی دھاڑ مار کر
اور دیکھ اُن سروں کو یہ بولی وہ نوحہ گر
واری یہ لونڈی آپکی اے شاہِ بحر و بر
زینبؑ سے کہدو نذر میری لے وہ بے خطر

واجب متابعت ہے شہِ مشرقین کی
مشہور ہے جہان میں غیرت حسینؑ کی

آقا میری زباں سے معجز نمائی کر
مشکل کشا کے لاڈلے مشکلکشائی کر

ہندہ نے انکسار سے جس وقت یہ کہا
معجز نما نے معجزہ اپنا دکھا دیا
ناگاہ طشتِ زر سے شہِ دیں کا سر اٹھا
لکھا ہے یہ کہ قدِ آدم بلند ہوا

حاکم کو یہ مدینے کے جسدم خبر گئی
سبطِ نبیؐ کو فوجِ ستم قتل کرگئی
کھیتی جنابِ فاطمہؑ کی خوں میں بھرگئی
تا شہرِ شام بنتِ علیؑ ننگے سر گئی

آنکھوں سے خوں بہا کے پکارا سرِ حسینؑ
ہندہ سے لے لو چادریں اے خواہرِ حسینؑ

سچ ہے کہ کس طرح دلِ انساں کو کل پڑے
دشمن تھا وہ بھی دو مگر آنسو نکل پڑے

سنکر یہ حال مادرِ عباسِ نیکنام
پہنچی جو تا بہ مسجدِ پیغمبرِ انام
مردوں سے عورتوں نے یہ بڑھکر کیا کلام
ہٹ جاؤ راہ دو کہ ادب کا ہے یہ مقام
حالِ حسینؑ سننے کو تشریف لاتی ہیں
بیت الشرف سے مادرِ عباسؑ آتی ہیں

کچھ اژدھام میں گئیں منبر کے جب قریب
سر کو جھکا کے کہنے لگا اسطرح خطیب
کس خانداں سے ہے یہ ضعیفہ بلا نصیب
بولا کوئی کہ عاشقِ شاہنشہِ غریب
یہ آسماں کنعاں ہیں عصمت پناہ ہیں
ام البنیں ہیں زوجہ ء شیرِ الٰہ ہیں

رونے لگا خطیب یہ سنکر بصد کمال
بولا کہ اے ضعیفہ ء ذی قدر و خشخصال
کچھ اپنے چاروں بیٹوں کا تجھ کونہیں ملال
فرمایا پہلے کہہ پسرِ فاطمہؑ کا حال
بیٹوں کی کب خبر مجھے اپنی خبر نہیں
میرا سوا حسینؑ کے کوئی پسر نہیں

اس نے کہا کہ حضرتِ عباسؑ نیکنام
فرمایا ہاں حسینؑ تو آقا ہیں وہ غلام
قاصد نے عرض کی کہ جب آئی تھی فوجِ شام
چاروں تھے قتل گاہ میں پروانہء امام
ظاہر اس ایک لال سے لشکر کا اوج تھا
عباس نامدار علمدار فوج تھا

تھرا کے تب یہ کہنے لگیں وہ اسیرِ غم
ہے ہے میرے امام سے کیا بات کی رقم
کیوں نام میرے بیٹوں کا لیتا ہے دمبدم
حالِ حسینؑ کہہ کے نکلتا ہے میرا دم
میں نا تواں کی فکر میں تو اور فکر میں
ذکرِ غلام کرتا ہے آقا کے ذکر میں

بولا وہ جب شہید ہوا قاسمِ حسنؑ
اُسدم گرا حسینؑ پہ کوہِ غم و محن
نکلے تھے ننگے سر حرمِ سرورِ زمن
غل تھا کہ بیوہ ہوگئی اک رات کی دلہن
رخصت طلب حسینؑ سے عباسؑ ہوتے تھے
حضرت لپٹ لپٹ کے برادر سے روتے تھے

جسدم سنا یہ ذکر تو صدمہ ہوا کمال
غصے سے کانپ کانپ کے بولیں وہ خستہ حال
پھر کہیو کیا کہا یہ میرے باوفا کا حال
جیتا تھا وہ شہید ہوا جب حسنؑ کا لال
گر یہ کِیا تو خُوب ہی خوش میرا دل کیا
اُس نے حسنؑ کی روح سے مجھکو خجل کیا

قاصد کو اس کلام سے حیرت ہوئی زیاد
بولا کہ اے ضعیفۂ ناشاد و نامراد
للہ کر نہ شکوۂ عباسِ خوش نہاد
سُن پہلے مجھ سے معرکہ آرائیٔ جہاد
تھا عشق اُسکو فاطمہؑ کے نورِ عین سے
عباسؑ کی وفا کوئی پوچھے حسینؑ سے

بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا
ہر اک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا
ہاتھوں سے سر پہ خاک اڑانا کہوں میں کیا
منہ چوم کر گلے سے لگانا کہوں میں کیا

بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منہ رکھ کے پائے شاہؑ پہ عباسؑ مر گئے

قاصد بصد یہ حالِ علمدار کہہ چکا
مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
ام البنینؑ نے شکر کا سجدہ کیا ادا
اور دونوں ہاتھ اُٹھا کے کہا سوئے کربلا

بیٹا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِعین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا

ام البنینؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر
قاصد بتا کہ زینبؑ بیکس گئیں کدھر
اُس نے کہا کہ راہ میں تھا جب میں نوحہ گر
جاتے تھے اہلبیتِؑ محمدؐ برھنہ سر

ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا

صغراؑ کیلئے تحفہء غم لاتیں ھیں زینبؑ

بے سبطِ نبیؐ سوئے وطن آتی ہیں زینبؑ
جو پوچھتا ہے شاہ کو شرماتی ہیں زینبؑ
منہ کرکے بقیعہ کو یہ چلاتی ہیں زینبؑ

اماں کہو منہ کسکو دکھاؤں میں وطن میں

ایسی نہ جدائی ہو کسی بھائی بہن میں
بھائی رہے جنگل میں بہن آئے وطن میں
جسدم میرے بھائی کا گلا کٹتا تھا رَن میں
میں آپکو چلاتی تھی اُس رنج و محن میں
واں تو نہ سنی آپ نے فریاد ہماری
اب لُٹ کے یہاں آئی ہوں دو داد ہماری

زینبؑ کی تو تھی مرقدِ زہراؑ سے یہ گفتار
صغراؑ تھی سرِ راہ کھڑی ششدر و ناچار
اور غل تھا کہ ہے ہے کوئی لشکر نہ علمدار
سب وارثوں میں زندہ ہیں اک عابدِ بیمار
اک نہر لہو کی ہے کہ آنکھوں سے بہی ہے
بیمار مسیحا کیلئے پیٹ رہی ہے

سب لڑکیوں سے کہتی ہیں تم مجھ کو سنبھالو
ہمجولیوں گھر سے میری دادی کو بلا دو
رستے کی ہے جو خاک میری زلفوں پہ ڈالو
بابا موئے اب لو میرے ارمان نکالو
پردیسیوں کے سوگ کا آئین بتا دو
کالی کفنی گھر میں کسی کے ہو تو لا دو

القصہ چلیں سوئے فدک مادرِ عباسؑ
پر دلمیں تھے سو طرح کے اندیشہ و وسواس
سر ننگے بشیر اُسطرف آیا بادلِ یاس
دیکھا جو جلال انکا لگا کہنے وہ بے آس
سیدانیوں کی شان و شکوہ آپ میں سب ہے
پر گھر سے نکل آنا قیامت ہے غضب ہے

بتلاؤ تو کیا ایسی مصیبت پڑی تم پر
جو اوڑھ کے برقعے کو نکل آئی ہو باہر
بولیں کہ سوا ہے کوئی غم اس سے برادر
سنتی ہوں کہ شبیرؑ میرا ہوگیا بے سر
وہ کہنے لگا دل میں یہ با حسرت و دردا
اس بی بی کو سننے سے فقط صدمہ ہے ایسا
زینبؑ نے تو خنجر کے تلے بھائی کو دیکھا
یہ ہوتیں جو مقتل میں تو پھٹ جاتا کلیجہ
کیا جانے تُو ناموس ہوں کس شاہِ ہدیٰ کی
رہگیروں سے میں بات کروں شان خدا کی
بولا تیرے بچھڑوں سے خدا تجھ کو ملا دے
مخدومہ ذرا اسمِ شریف اپنا بتا دے

پہلے تو تحمل کیا پھر بولیں وہ دکھیا
شبیرؑ کی میں لونڈی ہوں اور قاصدِ صغراؑ
دکھیاری کا لونڈی کا بھلا نام و نشاں کیا
جز ظلم کا پسر رو کے پکارا کہ میں سمجھا
یہ کہہ کے لگا پیٹنے سر اپنا وہ ناشاد
عباسؑ کی ماں نے کہا کیوں کرتا ہے فریاد
وہ بولا کہ عباسِ علیؑ آئے مجھے یاد
تم قاصدِ صغراؑ ہو تو میں قاصدِ سجادؑ
یوں بہرِ حسینؑ اب جو سراسیمہ رواں ہو
تم ہو نہ ہو عباسؑ علمدارؑ کی ماں ہو
عابدؑ کا فرستادہ میں لایا ہوں ادھر کو
جو پوچھنا ہو پوچھ لو جاتی ہو کدھر کو

تھرا کے گریں خاک پہ اور پوچھا کئی بار
کیوں بھائی نہ دیکھوں گی میں شبیرؑ کا دیدار
خیر اب میرے محبوب کا احوال کر اظہار
وہ کہنے لگا کونسا حال اے جگر افگار

تنہائی کا مظلومی کا یا بے وطنی کا
فاقوں کا جراحت کا کہ تشنہ دہنی کا

فاقوں کی تو یہ حد ہے کہ جینے سے ہوئے سیر
ہے پیاس کا یہ نکتا کہ تڑپے تہہِ شمشیر
زخموں کی ہے یہ شرح کہ جیسے زبر و زیر
تنہائی تھی ایسی کہ پیادہ رہے تا دیر

جن جن کا سہارا تھا جواب اس نے دیا تھا
سیدانیوں نے مل کے سوار انکو کیا تھا

یہ سنتے ہی اک مرتبہ بس طیش سا آیا
بولیں یہ غضب کا کلمہ تونے سنایا
سیدانیوں نے گھوڑے پہ سید کو بٹھایا
سب فوج نے کیا ہاتھ رفاقت سے اٹھایا

کیا کوئی عزیزوں میں بھی حاضر نہ وہاں تھا
سب ایک طرف خاص غلام انکا کہاں تھا

قاصد نے کہا مر چکا تھا حرِؑ خوش انوار
یہ کہنے لگیں حرؑ نہیں عباسِؑ علمدار
بچپن میں جسے کاندھے پہ شہؑ کرتے تھے اسوار
عباسؑ نے تھامی نہ رکابِ شہِ ابرار

کن آنکھوں سے دیکھا گیا یہ بھائی کا صدمہ
ہے ہے میرے سید پہ یہ تنہائی کا صدمہ

زینبؑ نے رکابِ شہِ دیں تھامی جو بھائی
اسوقت بھی غیرت مرے بچے کو نہ آئی
میں نے جو اسے دودھ کی تھی دھار پلائی
اقرار لیا ہو جیو حضرت پہ فدائی

پھر مڑ کے بھتیجے کی طرف کو یہ پکاری
یا فاطمہؑ للہ خطا بخشو میں واری
عباسؑ سے کیا کام میں لونڈی ہوں تمہاری
محشر میں کہیں منہ نہ پھرا لینا میں واری

نے گھر کی نہ محفل کی نہ دنیا کی نہ دیں کی
اے وائے مقدر نہ رہی میں تو کہیں کی

میرا کوئی جز شمرؑ و شبیرؑ نہیں ہے
بیٹے کی خطا ہے میری تقصیر نہیں ہے

آواز بھتیجے کی طرف سے ہوئی پیدا
بی بی تیرا عباسؑ تو ہے محسنِ زہراؑ
قاصد بھی پکارا کہ خطا کیسی گناہ کیا
نیکوں سے برائی بھی کہیں ہوتی ہے حاشا

فوجِ شبیرؑ پہ جب ہو چکی اعدا کو ظفر
بیٹھا تھا کرسیٔ زریں پہ تکبر سے عمر
گرد سردار تھے سب نزر لئے ہاتھوں پر
پر وہ کہتا تھا ابھی لونگا نہ نذرِ لشکر

سیدانیوں نے خدمتِ شبیرؑ جو کی تھی
صدمہ دکا تھا شہؑ کا کمر ٹوٹ چکا تھی

ٹھہرو ٹھہرو میں ابھی شمر کو خلعت دے لوں
نذر پہلے سر فرزند پیمبر لے لوں

تھا یہ سامان کہ آیا وہاں شمرِ اکفر
خنجر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شبیرؑ کا سر
جھوم کر فخر سے کہتا تھا یہ وہ بد اختر
ہے شجاعانِ عرب میں کوئی میرا ہمسر

بادشاہِ ملک و جن و بشر کو مارا
حاکمِ انجم و خورشید و قمر کو مارا
میں نے ہمشکلِ پیمبرؐ کے پدر کو مارا
جسکو معراج ہوئی اسکے پسر کو مارا

میں نے اُس شیر کے فرزند کے سر کو کاٹا
جسکی شمشیر نے جبریلؑ کے پر کو کاٹا

سینہ شق کر کے میں زہراؑ کا جگر لایا ہوں
کاٹ کر پنجتنِ پاک کا سر لایا ہوں

آفریں کہہ کے اٹھا کرسیءِ زریں سے عمر
اور لیا ہاتھ میں اپنے سرِ ابنِ حیدرؑ
سر کی مظلومی و غربت پہ جو کی اُس نے نظر
دیکھا رخساروں پہ اشکوں کی روانی کا اثر

وہ لگا کہنے کہ یہ تو نہیں مجھکو معلوم
ذبح کے وقت یہ کہتے تھے امامِ مظلوم
ہائے بے پردگیءِ زینبؑ و امِ کلثومؑ
شاہؑ تو روتے تھے اور کاٹتا تھا میں حلقوم

شمر سے پوچھا کہ جب ذبح یہ ہوتے ہونگے
ہے یقیں اکبرؑ ناشاد کو روتے ہونگے

نہ حیا شاہؑ پہ آئی نہ مروت آئی
ایک روداد یہ لیکن مجھے رقت آئی

جب ہوا سینے پہ اسوار نہ رحم آیا مجھے
حلق پر رکھی جو تلوار نہ رحم آیا مجھے
تڑپے کیا کیا شہِؑ ابرار نہ رحم آیا مجھے
پانی پانی کہا دو بار نہ رحم آیا مجھے
پر ہر اک ضرب پہ چھاتی میری پھٹ جاتی تھی
کوئی بی بی میرے خنجر سے لپٹ جاتی تھی

قسمیں دے دے کے وہ کیا کیا مجھے سمجھایا کی
کوثر و خلد کا اقرار بھی فرمایا کی
ذبح کرتا رہا میں اور وہ چلایا کی
کان میں ہائے حسیناً کی صدا آیا کی
بولا وہ کون یہ غمخوارِ شہِ والا تھی
سرِ شبیرؑ پکارا میری ماں زہراؑ تھی

جب آئے لٹ کے حرم روضہء رسولؐ پہ آہ

گرے مزارِ مبارک پہ عابدِ ذیجاہ
اٹھا کے ہاتھ یہ فریاد کی بہ نالہ و آہ
تباہی آ گئی ہم بیکسوں پہ یا جداہ

بڑا ستم کیا امت نے یا رسولِؐ زمن
کیا حضور کے پیاروں کو ذبح تشنہ دہن
رہا سناں پہ سرِ پاک اور زمیں پہ بدن
لٹے ہم ایسے کہ بابا کو دے سکے نہ کفن

یتیم ہو کے یہ ناشاد کام آیا ہے — نہ دن کو تھی ہمیں راحت نہ چین راتوں کو
پدر کو کھو کے وطن میں غلام آیا ہے — جکڑ دیا تھا رسن سے ہمارے ہاتھوں کو

گئیں لحد پہ پھر اسطرح زینبِؑ محزوں
کہ ایک ہاتھ میں شہؑ کا عمامہء پرخوں
اور ایک ہاتھ میں حضرت کا جامہء گلگوں
زباں پہ مرثیہ جس کا یہ جانگزا مضموں

حسینؑ بھائی کو ہم کربلا میں چھوڑ آئے
علیؑ کے لعل کو دشتِ بلا میں چھوڑ آئے
یتیمِ فاطمہؑ کو نینوا میں چھوڑ آئے
تمہارے چاند کو ہم خاکِ شفا میں چھوڑ آئے

یزید نے ہمیں لوٹا دہائی ہے نانا — یہ بعد قتل عجب تفرقہ پڑا نانا

ہوئی حسینؑ کے مرنے سے در بہ در زینبؑ — یہ کہہ کے قبر پہ رکھدی وہ خوں بھری پوشاک
گئی یزید کی مجلس میں ننگے سر زینبؑ — کفن میں ہوگئے بے چین سیدِ لولاک
کئی مہینے رہی قید نوحہ گر زینبؑ — ضریح ہلنے لگی تھر تھرائی تربتِ پاک
یہ سخت جاں تھی کہ جیتی پھری ادھر زینبؑ — زمیں لرز گئی جنبش میں آ گئے افلاک

ورم ہے شانوں پہ دکھتے ہیں استخواں نانا — نبیؐ کے رونے آواز صاف آتی تھی
یہ میرے بازو پہ رسی کے ہیں نشاں نانا — صدائے سینہ زنی آسماں پہ جاتی تھی

لکھا ہے چھوٹ کے یثرب میں جب حرم آئے

بپا تھا یاں تو ابھی ماتمِ شہِ ابرار — سروں کو پیٹتے باصد غم و الم آئے
کہ اک قیامتِ کبرٰی عیاں ہوئی اکبار — بپا تھا غل حرم سیدِ امم آئے
سنبھالے فاطمہ صغراؑ کو عورتیں دو چار — بیاں یہ کرتے تھے سجادؑ روکے ہم آئے
منہ اپنا پیٹتی داخل ہوئیں با حالتِ زار

پکارتی تھیں شہِؑ مشرقین کو مارا — تمام کنبے کو مقتل میں کھو کے آئے ہیں
[illegible]

مدینے والو ہمیں کربلا میں لوٹ لیا — غرض کہ ناقوں سے اپنے اتر چکے جو حرم
یتیم ہم ہوئے بابا ہوئے شہیدِ جفا — بچھائی بیبیوں نے گھر میں تب صفِ ماتم
ہوئے اسیرِ ستم اہلبیتؑ واویلا — کہا یہ فاطمہؑ صغرا نے کیوں نہ ہو مجھے غم
برہنہ پا مجھے تا شام لے گئے اعدا — ملی نہ آکے سکینہؑ بھی مجھ سے ہائے ستم

جو تھمتا تھا تو جفا آشکار ہوتی تھی — پکاری بانوؑ وہ جی سے گزر گئی صغرا
کہ پشت دروں سے میری فگار ہوتی تھی — سکینہؑ شام کے زنداں میں مرگئی صغرا

لکھا ہے شوہرِ زینبؑ کمال گھبرائے — گیا جو گھر میں یہ سن کر وہ سیدِ اکرم
حضور سید سجاد نامور آئے — کہ دیکھا بھائی کو روتی ہیں زینبؑ پرغم
زباں پر یہ شکایت کے کلمے تب لائے — کہا چھپّی سے یہ سجاد نے بادیدہء نم
نثار آپ پہ میں اے حسینؑ کے جائے — تمام عمر اگر آپ روئے تو بھی ہے کم

چھپّی نے آپ کی چھوڑا میری رفاقت کو — یہ ڈر ہے آپ نے جی سے کہیں گزر جائیں

چلیں مکان کو القصہ بنتِ شیرِ الٰہ — جب اپنے لاڈلوں کی خواب گاہ آئی نظر
ہوئیں جو داخلِ دولت سرا بہ نالہ و آہ — گری زمین پہ غش کھا کے خواہرِ سرور
مکان خالی تھا موجود تھے نہ عبد اللہ — جب آیا ہوش تو چلائی پیٹ پیٹ کے سر
وہ گھر جو دیکھا ہوا دل پہ صدمہء جانکا — کہاں ہو عون و محمد دکھاؤ شکل آ کر

وفورِ رنج وتعب سے وہ جان کھونے لگیں — پھر اجڑے گھر میں یہ تقدیر مجھ کو لائی ہے
لپٹ کے ہر در و دیوار سے وہ رونے لگیں — گلے سے لپٹو تم آ کر کہ مادر آئی ہے

یہ بین کرتی تھی اور روتی تھیں وہ سینہ فگار — زبانِ حال سے گویا ہوئے یہ عبداللہ
زمیں لرزتی تھی ظاہر تھے حشر کے آثار — ضعیفہ کون ہے تو کر ذرا مجھے آگاہ
کہ آئے شوہرِ زینبؑ وہاں بہ حالتِ زار — سبب ہے کیا جو تو کرتی ہے نالہ ء جانکاہ
مزاج پوچھا نہ کی بات اُن سے کچھ زنہار — نہ کر تو بدشگنی میرے گھر سے جا للہ

سہے تھے صدموں پہ صدمے جو بنتِ حیدرؑ نے — جو مبتلائے مصیبت ہے کچھ نہ پروا کر

یہ بات سن کے لگی رونے دخترِ زہراؑ　　صدا یہ سنتے گھبراگئے وہ نیک خصال
ہزار چاہا کسی طرح ضبط ہو نہ سکا　　پکارے بنتِ علیؑ کیا ہوا تمہارا حال
پکاری سینہ و سر پیٹ کر یہ وہ دکھیا　　ہوئی شناخت بھی مشکل بہ فرطِ رنج و ملال
زمانہ پھر گیا صاحب نہیں ہے تم سے گلا　　دیا جواب کہ شرمندگی ہے مجھ کو کمال

یہ سچ ہے رہنے کے قابل میں یاں بھلا کب ہوں　　تمہارے سینے کو داغوں سے بھر دیا میں نے
تمام کنبے کو جو روئی میں وہ زینبؑ ہوں　　نثار بھائی پہ بیٹوں کو کردیا میں نے

میں کیا کہوں کہ جو گزرے ستم میرے آگے　　پکارے شوہرِ زینبؑ سنی جو یہ تقریر
ہوا رسولؐ کا ٹھنڈا علم میرے آگے　　خموش بنتِ علیؑ اب یہ حال ہے تغئیر
نکل گیا علی اکبرؑ کا دم میرے آگے　　تمہاری باتوں سے دل پر لگا ہے غم کا تیر
ہوا حسینؑ کا بھی سر قلم میرے آگے　　کچھ اپنا بس نہیں جو مرضیء خدائے قدیر

لٹا کے آئی ہوں میں کربلا میں سب گھر کو　　ہے جائے فخرِ عنایت ربِ اعلیٰ پر
[illegible]

مگر بتاؤ تو اے بنتِ حیدرِ کرار   جب آئے خیمے میں لاشے تو عون میں دم تھا
سپاہِ شام سے کیسے لڑے میرے دلدار   لٹا دیا تو مجھے آنکھ کھول کر دیکھا
ہوئے کچھ انُ سے رضامند سیدِ ابرار   وہ ننھے ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر یہ کہا
پکاری آپکے میں انکی ہمتوں کے نثار   کہ دودھ بخش دو اماں ہمیں برائے خدا

کئے وہ حملے کہ ابتر تمام لشکر تھا   اخیر عمر ہے جاتے ہیں ہم تو دنیا سے
جو یہ علیؑ تھا لڑائی میں تو جعفرؑ تھا   وطن میں پہنچو تو کہیو سلام بابا سے

ھے کربلائیوں کا مدینے میں داخلہ

آتا ہے بے حسینؑ کے زینبؑ کا قافلہ
کس حسرت وقلق کا ہے دل سے مقابلہ
یثرب کا قرب گورِ غریباں سے فاصلہ

سب نے کہا قبول ہے اے بنتِ مرتضیٰؑ
قبرِ نبیؐ پہ قافلہ لوٹا ہوا چلا
زینبؑ نے بابِ روضہ پہ جا کر یہ دی صدا
اٹھیے لحد سے سوچکے اے فخرِ انبیاؑ

زینبؑ پکاری گھر میں نہ صورت دکھاونگی ۔۔۔ حضرت کے لختِ دل کے عزادار آئے ہیں
میں تو نبیؐ کے روضے پہ پرسے کو جاؤنگی ۔۔۔ نانا تیرے نواسے کے زوار آئے ہیں

لبیک کی صدا ہوئی تربت سے آشکار ۔۔۔ میں تحفے ماریہ سے بہت ساتھ لائی ہوں
داخل ہوئے رواقِ پیمبرؐ میں سوگوار ۔۔۔ پرُ خوں لباس سیدِ خوش ذات لائی ہوں
آ کر طوافِ قبر کیا سب نے ایکبار ۔۔۔ بازو پہ نیل رسی کے ہیہات لائی ہوں
زینبؑ بلائیں لے کے پکاری کہ میں نثار ۔۔۔ نادار تھی سفر سے یہ سوغات لائی ہوں

معمول ہے کہ گھر میں مسافر جو آتا ہے ۔۔۔ میرے شہید بھائی کی پوشاک پاک ہے

اک تحفہ تو شبیہ پیمبرؐ کا داغ ہے — زینبؑ کے بعد بانوئے سلطانِ کربلا
اک ہدیہ چھ مہینے کے اصغرؑ کا داغ ہے — اٹھ کر لحد کے گرد پھری با غم و بکا
کیا کیا دکھاؤں نزر بہتر کا داغ ہے — لے کر بلائیں قبر کی اسطرح سے کہا
سوغات سب سے عمدہ برادر کا داغ ہے — تسلیم اے حبیبِ خدا فخرِ انبیاؐ

ستر دو تن کو پیٹ کے اور رو کے آئی ہوں — پھر کر سفر سے آج میں ناشاد آئی ہوں
دولت علیؑ کی ماریہ میں کھو کے آئی ہوں — سوغات ایک ننھے مسافر کی لائی ہوں

یہ کہہ کے خوں بھرا ہوا کرتا صغیر کا — آنکھوں سے قبرِ پاک پیمبرؐ لگا تو لو
تعویزِ قبر پاک پہ پھیلا کے رکھ دیا — ننھی سی انگلی بہرِ زیارت اٹھا تو لو
اک بار مہرِ مادری نے جوش جو کیا — اس صغیر سن میں جو دکھ ہیں سنا تو لو
لے کر بلائیں کرتے کی بولی بصد بکا — نانا کو زخم تیرِ ستم کا دکھا تو لو

گستاخیاں نہیں یہ مناسب غلام کو — بیٹھے ہو کیوں خموش متانت سے صبر سے

کچھ تحفہ نانا جان کو تو کربلا کا دو   نانا سے کہدو ماں پھری بلوے میں بے ردا

صرہ تو کوئی نذر میں خاکِ شفا کا دو   نانا سے کہدو شہؑ کو کفن بھی نہیں ملا

پرُ خوں عمامہ اکبرِ گلگوں قبا کا دو   کہدو کہ دستِ دخترِ مشکلکشا بندھا

پُرسہ چچا کا باپ کا سب اقربا کا دو   کہدو کہ لاشہ باپ کا پامال ہوگیا

قیدِ ستم کے جوروالم سہنے کو کہو   نانا سے کہدو بالی سکینہؑ بھی مرگئی

دربار میں پھوپھی کے کھڑے ہونے کو کہو   بابا کے سر پہ جان فدا اپنی کرگئی

کہدو کہ نیزہ کاری بڑے بھائی کے لگا

کہدو پھوپھی کے بیٹے بھی حق پر ہوئے فدا

تاپشتِ صدر اکبرِ گلگوں قبا چھدا

مقتولِ ظلم ہوگئے عباسِ باوفا

کہدو کہ بازو ٹوٹا امامِ غیور کا

ٹھنڈا ہوا علم [illegible] حضور کا

سنا مدینے میں ایک دن کہ قاصد آیا ھے — لکھا ہے قاصدِ غمگیں میانِ مسجد تھا

خبر مسافرِ خیر النساء کی لایا ہے — کہ آئیں حضرتِ ام البنین بھی اُس جا
خدا نے آج یہ دن عید کا دکھایا ہے — کہا بتا مجھے اے قاصدِ حسینؑ بتا
کہ مژدہ آمدِ قاصد کا آج آیا ہے — برہنہ سر تھا گلے میں تھی ایک شالِ عزا

سفر سے فاطمہ کا نورِ عین بھی آئے — حسین خیر سے ہے اور اقربائے حسینؑ
خبر تو آئی الٰہی حسینؑ بھی آئے — سر اپنا پیٹ کہ اس نے کہا کہ ہائے حسینؑ

سر اپنا پیٹ کہ وہ نامہ بر یہ چلایا — یہ سن کے گھر کو چلی خاک اڑاتی وہ دکھیا
حسینؑ نے تو کفن بھی ابھی نہیں پایا — سر اپنا پیٹتا قاصد بھی ساتھ ساتھ چلا
رسول زادیوں پہ سخت حادثہ آیا — یہاں مریضہ کی آنکھیں تھیں سوئے مسجد وا
برہنہ سر ہیں اٹھا جب سے شاہ کا سایہ — کہ ناگہاں یہ سنا شور اُس نے واویلا

گلے میں طوق ہے عابد کے شدتِ تپ میں — خبر حسینؑ کے مرنے کی آج آئی ہے

میں جا کے دیکھوں گی لاشِ امامِ نیک خصال
سنا ہے خاک پہ اصغر پڑا ہے خون میں لال
میں چھوٹے بھائی کے سلجھاؤنگی جھنڈولے بال
اسیر کنبے کا پوچھونگی قید میں احوال

نہ جب تلک شہِ مظلوم دفن ہوئینگے
ہم اپنے باپ کے لاشے پہ رن میں روئینگے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جومختار ہوئے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جومختار ہوئے   ایک دن کوفے کے بازار میں یہ شور ہوا
انتقامِ شہدا لینے پہ تیار ہوئے   ہوگئی حضرتِ سجادؑ کی مقبول دعا
جتنے قاتل تھے شہِ دیں کے گرفتار ہوئے   حرملہ قید ہوا شکرِ خداوند عُلا
مومنوں سے جولڑے کوفی وہ فنار ہوئے   لائے مختار کے آگے جو اسے وہلِ وفا

اُس نے چُن چُن کے ہراک بانیءشرکو مارا   پوچھا کیوں عرشِ معلیٰ کو ہلایا ظالم
خولی و شمر و سنان اور عمر کو مارا   تیر معصوم کو کیوں تُو نے لگایا ظالم

جو ستم تُو نے کیئے انکا مجھے حال سنا   ایک تو مشک کو جب لیکے علمدارؑ چلا
ہاتھوں کو جوڑ کے یہ اُس ستم آرا نے کہا   صورتِ شیر سوئے سید ابرار چلا
تیر چھ تھے میرے ترکش میں وطن سے جو چلا   کٹ گئے شانے جوتلوار کا اک وار چلا
تین تیروں نے تو کی رن میں نشانے سے خطا   مشک کو دانتوں سے پکڑے ہوئے جرار چلا

ہوں مُقر آلِ پیمبرؑ کو ستایا میں نے   میری بیداد سے بچوں نے نہ پایا پانی

دوسرے تیر کا اب حال میں کرتا ہوں بیاں   بنتِ احمدؐ کو نہ مدفن میں رلاؤ لوگو
لائے اصغرؑ کو جو میدان میں شاہِ دوجہاں   چھوڑو غفلت کو رہِ راست پہ آؤ لوگو
اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اینٹھی تھی زباں   میرے دکھتے ہوئے دل کو نہ دکھاؤ لوگو
اُسکو ہاتھوں پہ اٹھا کر کیا شہؑ نے یہ بیاں   پانی تھوڑا سا تم اصغرؑ کو پلاؤ لوگو

تم کو خوفِ غضبِ خالقِ قہار نہیں   پیاسا سب کنبے کے ہمراہ یہ معصوم بھی ہے
میں خطا کار ہوں بچہ تو خطا وار نہیں   یہ مسافر بھی ہے سید بھی ہے مظلوم بھی ہے

متوجہ نہ ہوا کوئی میانِ لشکر   جب بنِ سعد نے لشکر میں طلاطم دیکھا
تب کہا شاہؑ نے اصغرؑ سے یہ بادیدہء تر   آیا گھبرایا ہوا پاس میرے اور یہ کہا
مجھکو دیتا نہیں پانی کوئی اے نورِ نظر   جلد کر کام تمام اس کا نہ کر دیر ذرا
گو ہو کمسن پہ ہو تم حجتِ خالق کے پسر   میں نے اک تیر سہ پہلو جو اُدھر کو پھینکا

پیاس کا اپنی یقیں ان کو دلادو اصغرؑ   میرے اک تیر نے دونوں کو برابر توڑا
تم بھی ننھی سی زباں اپنی دکھادو اصغرؑ   بازوئے شاہؑ گلوئے علی اصغرؑ توڑا

جب گلوئے علی اصغرؑ پہ پڑا میرا تیر   تیسرا تیر جو تھا اُس کا سن اب حال امیر
منقلب شاہؑ کے ہاتھوں پہ وہ تڑپا بے شیر   جب زمیں پر گرے گھوڑے سے جنابِ شبیرؑ
دیکھ کر چرخ کو کس یاس سے روئے شبیرؑ   کھینچ کر خنجرِ بیداد بڑھا شمرِ شریر
اور رو کر کہا حضرت نے کہ اے ربِ قدیر   نکلی اُس وقت درِ خیمہ سے شہؑ کی ہمشیر

نوجوانوں کا تو فدیہ ہوا اکبرؑ میرا   رو کے کہتی تھی کہ وہ حق کا فدائی ہے کہاں
شیعوں کے بچوں پہ قرباں ہوا اصغرؑ میرا   کوئی للہ بتادے میرا بھائی ہے کہاں

دور سے حال یہ سب دیکھ رہا تھا جو عمر   تیر یہ شانہء زینبؑ پہ پڑا ہائے غضب
شمر کو رحم نہ آجائے ہوا اُس کو یہ ڈر   منہ کے بل گر پڑی وہ دخترِ سلطانِ عرب
پاس تھا میں تو یہ کہنے لگا وہ خیرہ سر   اور چلائی کہ بر آیا نہ میرا مطلب
کسی تدبیر سے اب روک اُسے دیر نہ کر   بھائی اب آ نہیں سکتی ہے وہاں تک زینبؑ

سن کے یہ تیر کو چلے سے ملایا میں نے   کس طرح آپ تلک آئے ہے دور بہن